احکام الوالد

مرتب حصہ اول

مفتی طلحہ ایم. پی.، متعلّم تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر

مرتب حصہ دوم

مفتی ارقم احمد آبادی، متعلّم تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر

حسب ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیر نگرانی

مفتی فرید احمد بن رشید کاوی

ناشر

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

احکام الوالد

مرتب حصہ اول

مفتی طلحہ ایم. پی.، متعلّم تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر

مرتب حصہ دوم

مفتی ارقم احمد آبادی، متعلّم تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر

حسبِ ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیرِ نگرانی

مفتی فرید احمد بن رشید کاوی

ناشر

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

◆ کتاب کا نام: احکام الوالد

◆ مرتب: مفتی طلحہ ایم. پی./مفتی ارقم احمد آبادی
متعلّمین تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

◆ حسب ایماء وارشاد: حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم
(بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)

◆ زیرنگرانی: مفتی فرید احمد بن رشید کاوی

◆ سن اشاعت: شعبان ۱۴۳۷ھ مطابق مئی، ۲۰۱۶

◆ ناشر: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

JAMIA ULOOMUL QURAN, JAMBUSAR
AT.PO. JAMBUSAR. DIST : BHARUCH.
GUJARAT. INDIA. 392150
TEL : 02644-220786
jamiahjambusar@gmail.com

افتتاحیہ

حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم وعمت فیوضہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

باسمہ سبحانہ وتعالی

اسلام کی نظر میں صالح معاشرہ کی بڑی اہمیت ہے، سیاست مدنیہ کے قبیل سے جو احکام ہیں وہ سب ایک صالح، صحت مند، جواب دہ معاشرہ بنانے اور اس کو چلانے کے لیے ہی ہیں۔ اسی ترتیب میں دوسرا مقام تدبیر منزل کا ہے، حقیقت یہ ہے کہ 'تدبیر منزل' ہی وہ خاص نقطہ ہے جو معاشرہ کی منزل متعین کرتا ہے۔ تاریخ انسانی میں جو قدیم تہذیبیں اور معاشرے تباہ ہوئے اور اس وقت بھی جو معاشرے تباہی کی راہ پر تیز رفتاری سے گرتے ہوئے ہم کو نظر آتے ہیں اس کی اصل وجہ خاندانی نظام کا تباہ ہوجانا ہی ہے۔

لہٰذا صالح اور صحت مند انسانی معاشرے کی حفاظت اور بقاء کے لیے خاندانی نظام کا وجود بہت ضروری ہے، خاص کر اس زمانے میں مغرب کی طرف سے- بلکہ اب مشرق کی بعض تہذیبوں اور قوتوں کی طرف سے بھی- ہونے والی اسلام مخالف علمی وعملی یلغار کا ایک خاص نشانہ اسلام کا خاندانی نظام بھی ہے، ایسی صورت میں اس نظام کی حفاظت اور اسے بامقصد طریقے پر استوار کرکے اس کے ثمرات سے فائدہ اٹھانا مسلمانوں پر ازبس ضروری ہوگیا ہے، بلکہ دعوتی مقاصد کے پیش نظر ہمارا فریضہ ہے کہ اس کی حقیقت اور

افادیت سے دوسروں کو روشناس کرائیں اور اسے اپنانے کی دعوت دیں۔

اسلام نے اس خاندانی نظام کا رکن رکین مردانہ قوت واستعداد کا خیال کرکے باپ کو متعین کیا ہے، خاندان کی جانب باپ کی ذمہ داریاں کس قدر اہم ہیں ، اس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ، البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام کے قصے ہمیں بتاتے ہیں کہ خاندان کے تئیں کس قدر زیادہ ذمہ داریاں باپ پر عائد ہوتی ہیں، اولاد کے نافرمان اور کافر ہونے کے باوجود حضرت نوح علیہ السلام نے بوقتِ عذابِ الٰہی اس کے بچاؤ کی فکر فرمائی اور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام نے اکرام کے موقع پر باری تعالیٰ کے سامنے اپنے بیٹے کو یاد فرمایا۔

معاشرتی اور خاندانی نظام میں باپ کے خصوصی مقام کے پیش نظر ہی فقہِ اسلامی میں باپ سے متعلق بہت سارے خصوصی احکام پائے جاتے ہیں۔ گویا پورے اسلامی نظامِ حیات اور جمیع اسلامی علوم میں باپ کے خصوصی مقام کا لحاظ کیا گیا ہے۔

جامعہ جمبوسر کے تدریب الافتاء، سال دوم کے طلبہ کے لیے مناسب موضوع منتخب کرتے وقت ایک پہلو اگر یہ مدنظر تھا کہ طلبہ کی فقہِ حنفی پر ایک اجمالی نظر ہو جائے ، وہیں دوسرا پہلو یہ مدنظر تھا کہ موضوع کے اعتبار سے باپ سے متعلقہ احکام یکجا جمع کر دیئے جائیں۔ زیرِ نظر رسالہ درحقیقت عزیزم مولوی مفتی طلحہ ایم. پی. اور عزیزم مولوی مفتی ارقم احمد آبادی سلمہما اللہ کے ان ہی

مقالوں کا مجموعہ ہے، دونوں حضرات کے مابین فقہ کے بعض بعض ابواب متعین کر کے 'والد' سے متعلقہ احکام جمع کرنے کی ذمہ داری مفوض کی گئی تھی۔

ہمارا مقصود اس سے فقط یہی ہے کہ علم و عمل کے میدان میں آنے سے پیشتر مرحلۂ تربیت میں ہی طلبہ میں پائی جانے والی استعداد اور قابلیت کو نکھارا جائے، کمی ہو تو اس کو دور کیا جائے اور پڑھنے، لکھنے اور بولنے میں خود اعتمادی پیدا کی جائے۔

الحمد للہ ہمیں خوشی ہے کہ طلبہ عزیز نے پوری کوشش کرتے ہوئے مختلف ابواب کا مطالعہ کر کے مسائل جمع فرمائے اور مقالے کو بہتر اور جامع بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اللہ تعالی ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور انہیں مزید علمی و عملی کاوشوں کے لیے موفق بنائے۔

اہلِ علم سے درخواست ہے کہ ایک نظر اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں گے اور کوئی فروگذاشت نظر آئے یا کچھ کہنے کی ضرورت ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں، جو کوئی جو کچھ تنبیہ و اصلاح فرمائے گا ہم اس کے ممنون اور وہ ہمارا مشکور ہوگا۔

مفتی احمد دیولوی

خادم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

تقریظ

حضرت مولانا مفتی اسجد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

مفتی وشیخ الحدیث، جامعہ علوم القرآن جمبوسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ! شریعتِ مطہرہ نے فرقِ مراتب کے ساتھ ہر فردِ انسان پر حقوق وواجبات عائد فرمائے ہیں، جو جتنا عالی مقام، اس کی ذمہ داریاں بھی اتنی ہی زیادہ۔ دستورِ دنیا بھی یہی ہے کہ بڑے منصب پر فائز اور اونچے عہدے کے حامل شخص کی ذمے داریاں اضعافاً مضاعفاً ہوتی ہیں، باپ انسانی سماج اور سوسائٹی کا اہم ستون ہے، اسی لیے عام لوگوں کی بہ نسبت اس پر حقوق وفرائض شریعت نے زیادہ لازم کیے ہیں اور اس کی مسئولیت بڑھی ہوئی ہے، ایک باپ شریعت کے مامور بہ حقوق وفرائض کو کامل طور پر بجالائے، تو اس سے ایک صالح اور تندرست معاشرہ وجود میں آتا ہے، بہ صورت دیگر معاشرہ تنزل کا شکار ہوجاتا ہے۔ چنانچہ فقر کے خوف سے قتل نہ کرنے اور بیٹے کے نفقہ کے ساتھ اس کو دودھ پلانے والی کا نفقہ باپ پر لازم کر کے بیٹے کے تئیں باپ پر عائد ہونے والی اعلی اور ادنی؛ تمام تر ذمہ داریاں قرآن میں بیان کردی گئی ہیں۔

ضرورت تھی کہ فقہ اسلامی کے منتشر اوراق میں بکھرے ہوئے باپ کے ذمہ پر عائد ہونے والے خصوصی احکام کو یکجا جمع کردیا جائے، تاکہ طالبان حق کے لیے رہ نمائی حاصل کرنے میں سہولت رہے۔

پیش نظر کتاب میں ''احکام الوالد'' اسی حیثیت سے باپ سے متعلقہ حقوق پر مشتمل شرعی احکامات کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ یہ دراصل ایک مقالہ ہے جسے جامعہ کے تدریب الافتاء کے سال دوم کے طلباء عزیزانم مولوی مفتی طلحہ ایم. پی. سلمہ اور مولوی مفتی ارقم احمد آبادی سلمہ نے سندی مقالے کے طور پر جامعہ کے مؤقر استاذ، رفیق محترم مولانا مفتی فرید احمد کاوی صاحب زید مجدہ کی زیرِ تربیت تیار فرمایا ہے، یہ کتاب مذکور الصدر طلباء کی طالب علمانہ کاوش اور نقش اول ہے، اپنی بساط کے مطابق موضوع سے متعلق مستند مسائل جمع کرنے کی کوشش کی ہے اور کافی حد تک مواد کو جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس سعی کو شرف قبول بخشے، زورِ قلم اور بڑھائے اور یہ نقشِ اول ان کے حق میں نقشِ آخر نہ رہتے ہوئے، آئندہ بھی انہیں ہمہ جہتی دینی خدمات کے سلسلہ میں موفق بنائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین.

کتبہ: اسجد دیولاوی

۲/شعبان/۱۴۳۷ھ

تقدیم

حضرت مولانا مفتی فرید احمد کاوی صاحب دامت برکاتہم

مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

باسمہ سبحانہ وتعالی

مذہبِ اسلام کی نظر میں 'والد' کا مقام متعدد حیثیتوں سے بڑی اہمیت کا حامل ہے۔قرآن وحدیث میں صراحتاً والد کے مقامِ بلند کا ذکر ہے،ایک مقام پر تو باری تعالی نے 'ووالد وما ولد' ارشادفرماکر قسم بھی کھائی ہے،اور یہ بات محتاج بیان نہیں کہ باری تعالی انتہائی عظیم الشان اشیاء ہی قسم میں ذکر فرماتے ہیں۔

متعدد آیات اور احادیث میں والد کے تعلق سے بہت ساری ہدایات وارد ہوئی ہیں، کچھ ہدایات والد کو ولد کے متعلق تو کچھ ولد کو والد کے بارے میں دی گئی ہیں۔ یہ ہدایات از قبیل آداب واخلاق کے بھی ہیں اور احکام ومسائل سے متعلق بھی ہیں۔ان ہدایات سے محدثین، مفسرین اور فقہاء نے باپ اور اولاد سے متعلق بہت سارے مسائل مستنبط فرمائے ہیں،اور تفسیر، حدیث اور فقہ کی کتابوں میں یہ مسائل مختلف مقامات پر مذکور ہیں۔علم فقہ میں بھی مختلف ابواب سے متعلق باپ کے متعدد احکام مذکور ہیں،البتہ یہ احکام مختلف ابواب میں منتشر مذکور ہیں، والد کے عنوان سے تمام مسائل یکجا بیان نہیں کیے جاتے۔

چنانچہ جامعہ کے تدریب الافتاء کے طلبہ کو یہ موضوع اس مقصد کے پیش نظر دیا گیا کہ مختلف ابوابِ فقہ میں والد سے متعلق مسائل واحکام کی تلاش وجستجو اور پھر

اسکی تحریر و تنقیح کے ذریعہ فقہِ اسلامی کے متعدد ابواب تک ان کی نظر پہنچ جائے اور حکم تلاش کرنے کی استعداد بہم پہنچ جائے۔

امسال تدریب الافتاء کے چار طلبہ تھے، اور حضرت مہتمم صاحب کے حکم کے مطابق دو موضوع ان میں تقسیم کیے گئے، پہلا موضوع 'احکام الترتیب' مولوی ابرار آنکلاوی صاحب اور مولوی احمد ہرن گامی صاحب کو دیا گیا اور دوسرا موضوع 'احکام الوالد' مولوی طلحہ ایم. پی. اور مولوی ارقم احمد آبادی کو دیا گیا۔ دونوں فریق نے فقہ کے ابواب متعین کرکے اپنے حصہ میں آنے والے ابواب کے مسائل جمع کیے ہیں۔ طلبہ کی اس جمع وترتیب میں استیعاب مقصود نہ تھا اور نہ ہی قلیل وقت میں وہ ممکن تھا، پھر بھی انہوں نے مقدور بھر سعی کرتے ہوئے تمام ابواب کا مطالعہ کرکے مسائل جمع کرنے کی بہترین کوشش کی ہے۔ اللہ تعالی ان کی مساعی کو قبول فرمائے، دوسروں کے لیے بھی نافع بنائے اور انہیں علمی اور فقہی میدانوں میں مزید خدمات کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

فرید احمد بن رشید کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر۔

یکم شعبان ۱۴۳۷ھ مطابق ۹، مئی، ۲۰۱۶۔

کلمات تشکر

بسم الله الرحمن الرحیم

اولاً ہم اس رب ذوالجلال کا شکر ادا کرتے ہیں جس نے ہمیں ہماری عدمِ لیاقت اور ناقدری کے باوجود علم جیسی عظیم نعمت سے نوازا، جو وہ اپنے خاص بندوں کو دیا کرتا ہے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں اس کی قدر کی توفیق عطا فرمائے۔ ثانیاً ہم شکر ادا کرتے ہیں اپنے ان تمام اساتذۂ کرام اور مربیان کا جو براہِ راست اور بالواسطہ ہماری نگرانی فرما کر رہ نمائی فرماتے رہے۔ ہماری نافرمانی اور نااہلی کو وہ شفقت کا بہانہ اور تربیت کا موقع سمجھ کر ہماری مزید تربیت فرماتے رہے اور اپنی طرف سے اس باب میں کوئی قصر نہیں چھوڑی۔ فجزاهم الله تعالى في الدارين أحسن الجزاء.

بعدہ، تدریب الافتاء کے سال دوم میں سندی مقالے کے طور پر جو موضوع ہمیں دیا گیا، ہم اپنی کم علمی اور نادانی کے سبب اس موضوع سے ناواقف ہونے کے ساتھ ہی، کچھ لکھنے پڑھنے کے متعلق احساس کمتری کا بھی شکار تھے، لیکن مہربان اساتذہ نے ہماری حوصلہ افزائی فرمائی اور مختلف مراحل پر رہ نمائی فرما کر کچھ لکھنے کے قابل بنایا۔ جزاہم اللہ تعالی فی الدارین۔

ہم نے اپنی بساط بھر طالب علمانہ سعی کرتے ہوئے متعلقہ مسائل - اور کچھ مسائل ضمناً اور طرداً - جمع کرنے کی کوشش کی ہے، پھر بھی ہمیں اس بات کا احساس ہے کہ مفوضہ ذمہ داری ہم پوری نہیں کر سکے، یہ موضوع اب بھی ناتمام اور ناقابل اشاعت ہے؛ البتہ ہمارے مشفق و مربی حضرت اقدس مہتمم صاحب دامت برکاتہم کی ذرہ نوازی ہے کہ وہ اس کو شائع کر رہے ہیں، ہم اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ اس کاوش کو ہمارے حق میں دارین کی فلاح و بہبود کا ذریعہ بنائے اور اہلِ علم کے حق میں اس کو مفید بنائے۔ آمین۔

❑ طلحہ ایم. پی./ ارقم احمد آبادی؛ متعلمین تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر۔

فہرست حصہ اول

فہرست حصہ دوم

احکام الوالد

حصہ اول

احکام الوالد

تعریف الاب :

وھو إنسان تولد من نطفته إنسان آخر وله جموع افصحها : آباء بالمد .

ترجمہ: باپ وہ انسان ہے، جس کے نطفہ سے دوسرا انسان پیدا ہو، اس کی جمع کے متعدد صیغے ہیں اور آباء اسمیں افصح ہے۔

وفی الاصطلاح ھو رجل تولد من نطفته المباشرة علی وجه شرعی أوعلی فراشه أنسان آخر

ویطلق الأب من الرضاع علی من نسب إلیه لبن مرضع فأرضعت منه ولدا لغیره ویعبرون عنه بلبن الفحل .

(الموسوعةالفقهية: ۱۲۵/۱، ۱۲۶)

براور عقوق کے معنی:

بر کے لغوی معنی صدق اور اطاعت کے ہے، جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

لیس البر أن تولوا الخ

بعض کہتے ہیں کہ بر کے معنی صلاح اور تقوی کے ہے، اور بعض کہتے ہیں کہ بر نام ہے خیر کا۔

بر یہ عقوق کی ضد ہے۔

اختلف العلماء فی تفسیر البر فقال بعضھم :البر الصلاح وقال

بعضهم البر الخير .   (لسان العرب : ۱/ ۳۷۰)

عقوق یہ عق یعق عقوقا **باب نصر** سے آتا ہے، اس کا **معنیٰ قطع رحمی کرنا** ہے، اسی سے **عقوق الوالدین** آتا ہے، جس کا **معنیٰ والدین کی نافرمانی کرنا** ہے۔ اور یہ بر کی ضد ہے۔

وعق والده يعقه عقا وعقوقا معقة وعق والديه : قطعهما ولم يصل رحمه منهما ، وفي الحديث أنه ﷺ نهى عن عقوق الأمهات، وهو ضد البر .   (لسان العرب :۹/۳۲۳)

کن صورتوں میں اطاعتِ والدین واجب، مستحب یا ناجائز ہے؟

مسئلہ: والدین کی فرمانبرداری بعض صورتوں میں واجب ہے، بعض میں مستحب اور بعض میں ناجائز ہے۔

(۱) صرف جائز یعنی مباح کاموں میں والدین کی اطاعت واجب یا مستحب ہے۔

(۲) گناہوں کے کاموں میں والدین کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

(۳) والدین غریب اور خدمت کے محتاج ہوں اور دوسرا کوئی خدمت گذار نہ ہوں یا دینی مصلحت کی وجہ سے سفر سے منع کرتے ہوں تو ایسی صورت میں والدین کی اطاعت واجب ہے۔

(۴) اگر والدین محتاجِ خدمت ہوں ؛مگر خود کفیل ہوں تو فرض عین علم حاصل کرنے کے لئے (اگر وہ اپنے مقام پر حاصل نہ کرسکتا ہو) بلا اجازت سفر کرنا

جائز ہے، ہاں اگر فرض کفایہ علم ہو تو اجازت ضروری ہے۔

(۵) اگر والدین طاقت وقوت رکھتے ہوں تو خواہ وہ کفیل ہو یا نہ ہو فرض عین وفرض کفایہ دونوں قسم کا علم حاصل کرنے کے لئے اجازت کی ضرورت نہیں۔

(۶) اور اگر جہاد یا تبلیغ کے لئے بر بناءِ محبت منع کرے یا دنیا طلبی کے لئے منع کرے تو ان صورتوں میں ان کی اجازت ضروری نہیں۔ (روح المعانی: ۶۰/۸)

مسئلہ (۷): ایک شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دے دی، جس سے اس کو ایک لڑکا بھی ہے۔ حد بلوغت تک وہ اپنی ماں کے پاس رہا، بعد ازاں وہ اپنے والد سے تعلق رکھنے لگا، جس سے والدہ ناراض رہتی ہے تو ایسی صورت میں والدہ کو باپ سے تعلق رکھنے سے روکنے کا حق نہیں ہے لہذا بیٹا اپنے باپ سے میل جول رکھے۔

لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق (مشكاة المصابيح : ۳۲۱،فتاوی دارالعلوم دیوبند:۵۰۶/۱۶)

مسئلہ (۸): باپ نے بیٹے کو کسی امر پر حکم کیا، لیکن ماں نے ضد اضدی کی بنا پر بیٹے کو باپ کی اطاعت سے منع کیا تو چوں کہ ماں کا حکم نفسانیت اور معصیت پر مبنی ہے اور باپ کا حکم موافق شرع ہے، لہٰذا یہاں باپ کے حکم کو تسلیم کیا جائے گا۔

لاطاعة لمخلوق فی معصية الخالق (مشكاة المصابيح : ۳۲۱،فتاوی دارالعلوم دیوبند:۵۰۶/۱۶)

مسئلہ (۹): باپ نے بیٹے کو ایسے کام پر مامور کیا جس کی بیٹا طاقت نہیں رکھتا ہے اور بیٹا اس کام کے کرنے سے عاجز ہے، لہٰذا بیٹے نے وہ کام نہیں کیا تو ایسی صورت میں بیٹا گناہ گار نہیں ہوگا اس لئے کہ اللہ کا فرمان ہے: لا يكلف الله

نفسا إلا وسعها.(سورۂ بقرہ:۲۸۶) فتاوی دارالعلوم دیوبند:۵۰۶/۱۶)

مسئلہ: ایک شخص اپنے بیٹے کو بہت تکلیف پہنچاتا تھا اس بنا پر بیٹا اپنی نانی کے یہاں رہا اور وہیں پرورش پائی، بیٹے کے پاس مال ودولت بھی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بیٹا نانی کو خرچ دے یا باپ کو؟ تو اس بابت حکم یہ ہے کہ باپ کے پاس اگر پیسے ہوں اس کے بعد بھی بیٹے سے خرچ طلب کرے اور ادھر صورتِ حال یہ ہے کہ بیٹے کو پیسے کی ضرورت ہے اور دوسری طرف نانی بھی محتاج ہے تو بیٹا نانی کی مدد کرے۔ باپ کو پیسہ نہ دینے کی وجہ سے بیٹا گناہ گار نہیں ہوگا لیکن ضروری ہے کہ بیٹا باپ کی اطاعت کرے، اگرچہ باپ اس کو تکلیف دیتا ہے۔

عن ابن عباس رضؓ قال قال رسول الله ﷺ من أصبح مطيعا الله فى والديه أصبح له بابان مفتوحتان من الجنة وإن كان واحدا فواحدا ومن أصبح عاصيا لله فى والديه أصبح له بابان مفتوحتان من النار وإن كان واحدا فواحدا قال رجل وإن ظلماه ؟قال وإن ظلماه وإن ظلماه وإن ظلماه .(مشكاة المصابيح : ٤٢١)

(فتاوی دارالعلوم:۵۰۷/۱۶)

مسئلہ (۱۰): اگر ماں باپ اپنی اولاد کو نانا، نانی، خالو یا ان کے علاوہ دیگر رشتہ داروں سے قطع تعلق پر مجبور کریں تو والدین کا بلا کسی شرعی وجہ کے ایسا حکم درست نہیں اور ایسے خلاف شرع امر میں والدین کی اطاعت لازم نہیں ہے۔

(فتاوی دارالعلوم:۵۱۴/۱۶)

لاطاعة لمخلوق فى معصية الخالق (مشكاة المصابيح : ٣٢١)

والدین کا اپنی اولاد کو عاق کرنا

مسئلہ: اولاد نافرمان ہے اور والدین کے ساتھ بجائے حسنِ سلوک کے بدسلوکی اور گستاخی کرے تو اگرچہ عقوق اولاد کا فعل ہے، لیکن اس کی وجہ سے والدین یہ چاہیں کہ میں اپنی نافرمان اولاد کو عاق کردوں تو یہ درست نہیں ہے ۔اولاد کیسی ہی ہوں ان کو میراث سے محروم نہیں کرنا چاہئے ۔مشکوۃ شریف کی حدیث ہے کہ

:عن أنس رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ من قطع ميراث وارثه فقطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة . (مشكوة المصابيح :٣٠٧٨)

بیٹے کو گھر سے نکال دینا

مسئلہ: ایک شخص نے اپنے لڑکے کو گھر سے نکال دیا اور نان نفقہ بھی بند کردیا تو اگر لڑکا نابالغ محتاج ہو تو باپ کے ذمہ ان کو نفقہ دینا ضروری ہے، اگر باپ نے نفقہ نہ دیا تو بحکم شرع گناہ گار ہوگا۔اور اگر لڑکا بالغ ہے اور کمانے سے عاجز ہے اور یہ عجز یا تو عذر کی بنا پر ہے یا بر بنائے مرض ہے تو ایسی صورت میں بھی اولاد کو نفقہ دینا ضروری ہوگا۔ (فتاوی دارالعلوم:۵۱۹/۱۶)

نفقة الأولاد الصغار والإناث المعسرات على الأب لايشاركه في ذلك أحد ولاتسقط بفقر ولايجب عليه نفقة الذكور الكبار إلا أن يكون الولد عاجزا عن الكسب لزمانة أو مرض وتكون نفقته على والده ومن يقدر على العمل لكن لايحسن العمل فهو بمنزلة عاجز

لأن من لايحسن العمل لايستأجره الناس . (الفتاوى الخانيه على الفتاوى الهندية : ٤٤٥/١، كتاب النكاح :فصل في نفقة الأولاد)

باپ کا اپنی بیٹی سے جسمانی خدمات لینا

مسئلہ: باپ کا اپنی بیٹی سے جسمانی خدمت لینا یہ مسئلہ بڑا ہی نازک ہے، خدانہ خواستہ دورانِ خدمت باپ کے دل میں اگر شہوت پیدا ہوگئی تو لڑکی کی ماں اس پر حرام ہو جائے گی لہذا اس میں احتیاط اشد ضروری ہے۔

یہی حکم اس صورت کا بھی ہے جب کہ کوئی شخص اپنی بہو سے خدمت لے، کیوں کہ اگر خدمت کرتے وقت نعوذ باللہ باپ کے دل میں اگر شہوت پیدا ہوگئی تو بہو اس کے بیٹے پر حرام ہو جائے گی اس لئے بہو سے بھی اس قسم کی خدمات نہ لی جائے۔

وكذلك النظر إلى داخل الفرج بشهوة واللمس بشهوة .(الفتاوى التاتارخانية : ٤٩/٤)

وكماتثبت حرمة المصاهرة بالوطئ تثبت بالمس والتقبيل والنظرإلى الفرج بشهوة .(الفتاوى التاتارخانية : ٥٠/٤)

(کتاب النوازل: ۱۵/۱۳۷)

والدین کے لئے دعا کرنا

(۱) مشرک والدین کے لئے دعا کرنا جائز نہیں ہے، اللہ تعالی کا ارشاد ہے:

مَا كَانَ لِنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ

(۲) ہاں ان کے لئے ہدایت کی دعا کرسکتا ہے، چاہے وہ مشرک و کافر ہی کیوں نہ ہوں! (روح المعانی:۸/۵۷، التفسیر الکبیر:۱۰/۱۵۳)

صلہ رحمی اور حسن سلوک

والدین کے ساتھ صلہ رحمی کرنا ہر حال میں ضروری اور واجب ہے۔
(شامی:۹/۵۸۹)

عن محمد ابن جبير ابن مطعم عن أبيه قال قال رسول الله ﷺ لا يدخل الجنة قاطع .(ترمذی : ۱۳/۲)

ترجمہ: آپ ﷺ کا ارشاد ہے: قطع تعلق کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

والدین کو نام سے پکارنا

والدین کو ان کے نام سے پکارنا مکروہ ہے، اس لئے کہ نام لے کر پکارنا اور بلانا یہ عدم تعظیم پر دلالت کرتا ہے۔ (شامی:۹/۵۹۹)

احکام الاب فی العبادات

فصل اول : طهارت و نماز

وضوء کے پانی میں اولیت کا حق

مسئلہ(۱): نماز کا وقت ہو جانے کے بعد اگر پانی اس قدر قلیل ہو کہ اس سے ایک آدمی ہی وضوء کرسکتا ہے اور باپ اور بیٹا دونوں کو وضوء کے پانی کی ضرورت

ہوتو اس صورت میں ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک جس کے پاس پانی موجود ہے وہ اس کا زیادہ حقدار ہوگا، چاہے بیٹے کے پاس ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ حنفیہ کے مشہور قول کے مطابق بیٹے کی بہ نسبت باپ زیادہ حقدار ہوگا، اور بیٹے کو چاہئے کہ اس صورت میں ایثار سے کام لے۔

ولو كان الماء بين الأب والابن فالأب أولى به .

(هندية: ٤١/١، شامی : ٤٢٥/١)

مریض باپ کو وضو کرانا:

مسئلہ: ایک آدمی بیمار ہے اس کے پاس نہ اس کی بیوی ہے اور نہ باندی صرف لڑکا یا بھائی ہو اور وہ وضوء کرنے پر قادر بھی نہ ہوتو اس کا لڑکا اس کو وضوء کرائے گا۔

الرجل المريض إذا لم يكن له امرأة ولا أمة وله ابن أو أخ وهو لا يقدر على الوضوء فإنه يوضيه ابنه أو أخوه غير الإستنجاء فإنه لايمس فرجه وسقط عنه الإستنجاء. (هندية: ٦٥/١،باب فى الاستنجاء)

بیٹے کو نماز کا حکم

مسئلہ: قرآن وحدیث میں نماز کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے، جس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ شریعت نے سات سال کے بچہ کو نماز کی تلقین کا حکم دیا ہے، اسی وجہ سے فقہاء کا اس بات پر اجماع ہے کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو باپ یا ولی کو چاہئے کہ وہ اسے نماز کی تلقین کرے اور دس سال کی عمر میں نماز نہ

پڑھنے کی وجہ سے مارے۔

دس برس میں مارنے کا حکم وجوبی ہے، جیسا کہ علامہ بن عابدین فرماتے ہیں:

وإن وجب ضرب ابن عشر عليها. وإن وجب: أى على الولى ضرب ابن عشر وذلك ليتخلق بفعلها ويعتاده .(شامی:۲/۴،۵)

کتاب الجنائز

مسئلہ: نابالغ بچہ کا نفقہ باپ پر واجب ہے، صرف نفقہ ہی نہیں؛ بلکہ بعض امور دین بھی ایسے ہے کہ جس میں اس عبادت کی ادائیگی بھی باپ کے ذمہ لازم ہے، جیسے کہ چھوٹا بچہ ہو تو بلوغت سے قبل باپ پر اس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا ضروری ہے، جب تک کہ بچہ کے پاس کوئی مال نہ ہوں۔

اسی سے متعلق ایک جزئیہ یہ ہے کہ نابالغ بچہ اگر انتقال کر جائے اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کے کفن کا خرچ باپ کے ذمہ لازم ہوگا، جب کہ وہ بچہ باپ کی کفالت میں ہوں۔

ومن لا مال له فكفنه على من تلزمه نفقته. (إمداد الفتاح:٥٧٦)

مسئلہ: بہت سے فقہی مسائل میں ولی کو حق تقدم حاصل ہے جیسے کہ نکاح کے باب میں۔

اسی طرح اگر کوئی انتقال کر گیا تو اس کی نماز جنازہ کا حق اولاً بادشاہ کو ہوگا پھر قاضی کو اگر یہ دونوں نہ ہو تو مستحب یہ ہے کہ محلّہ کے امام کو مقدم کیا جائے اور اگر

محلّہ کے امام کو مقدم نہ کیا اور باپ کو مقدم کر دیا تو بھی کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ قاضی کے بعد باپ ہی کو نماز جنازہ پڑھانے کا حق حاصل ہوتا ہے، رہا امام تو اس کو مقدم کرنا مستحب ہے۔

السلطان أحق بصلوته ثم نائبه ثم القاضی ثم إمام الحی وأما إمام الحی فیستحب تقدیمه علی طریق الأفضل ولیس بواجب ثم الولی ویقدم الأقرب فالأقرب من ذوی قرابته کترتیبهم فی التعصیب والإنکاح ولکن یقدم الأب علی الابن۔ (إمداد الفتاح:٥٨٦)

نماز جمعہ :

مسئلہ: جمعہ کی نماز میں اگر کوئی بادشاہ کسی عارضہ کے پیش نظر جمعہ نہ پڑھا سکے تو وہ اپنا نائب کسی کو مقرر کر سکتا ہے، البتہ نیابت کا اصل اعتبار نماز کے وقت ہوگا، نیابت کے وقت خواہ نائب میں وہ صلاحیت نہ ہو؛ لیکن جمعہ کے وقت اگر اس میں جمعہ پڑھانے کی صلاحیت پیدا ہوگئی تو اس کا جمعہ پڑھانا درست ہے، اسی اصول پر متفرع ایک مسئلہ یہ ہے کہ بادشاہ نے اپنے صغیر نابالغ بچہ کو جمعہ پڑھانے کا نائب بنایا؛ لیکن بوقت نیابت بچہ نابالغ تھا حتی کہ جب جمعہ کا وقت ہوا بچہ بالغ ہوگیا تو بچہ کا جمعہ پڑھانا درست ہوگا، اس لئے کہ نیابت کا اصل مدار نماز کے وقت لائق نیابت ہونے پر ہے، جو کہ یہاں موجود ہے۔

ومأمور بإقامتها أی الجمعة وشمل الأمر دلالة قال فی البحر و لا خفاء أن من فوض إلیه الأمر العامة فی مصر له إقامتها وإن لم یفوضها السلطان إلیه صریحا والعبرة لأهلیة النائب وقت الصلوة لا

وقت الاستنابة حتى لو أمر الصبي و الذمي وفوض إليهما الجمعة فبلغ و أسلم لهما إقامتها لأنه فوضها إليهما صريحا. (شامی:۸/۳)

كتاب الزكوة

مسئلہ: زکوۃ میں تملیک شرط ہے، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص اپنے ساتھ ایسے یتیم کو جو کہ مستحق زکوۃ ہے کھانا کھلائے اور وہ یتیم جو کھائے اس میں زکوۃ کی نیت کر لے تو یہ جائز نہیں ہوگا، لیکن اگر یتیم کو پہلے ہی سے کھانے کا مالک بنا دیا تو یتیم اس کی ملکیت سے کھائے گا، اور زکوۃ ادا ہو جائے گی،

فلو أطعم يتيما ناويا الزكوة لايجزئه إلا إذا دفع إليه المطعوم لأنه بالدفع إليه بنية الزكوة يملكه فيصير آكلا من ملكه بخلاف ما إذا أطعمه معه و لا يخفى أنه يشترط كونه فقيرا و لا حاجة إلى اشتراط فقر أبيه أيضا لأن الكلام في اليتيم و لا أبا له. (شامی :۱۷۱/۳)

لڑکیوں کے لئے بنا کر رکھے گئے زیورات پر زکوۃ

مسئلہ: کسی نے اپنی لڑکیوں کے لئے زیورات بنا کر رکھے تو اس کی زکوۃ کس پر واجب ہوگی؟ اس کی تفصیل یہ ہے کہ باپ نے اگر لڑکیوں کو ان زیورات کا مالک بنا کر قبضہ بھی دے دیا ہے اور لڑکیاں بالغ بھی ہوں، نیز زیورات نصاب کو پہنچ چکے ہوں، (صرف سونے یا چاندی کا نصاب یا دونوں سے مل کر چاندی کی قیمت کا نصاب) تو زکوۃ کی ادائیگی لڑکیوں ہی کے ذمہ فرض ہوگی، اور اگر لڑکیوں کو مالک نہیں بنایا صرف خرید کر کے رکھ لیے ہیں اور شادی کے وقت مالک بنانے کا

ارادہ ہے تو زکوۃ کی ادائیگی باپ ہی کے ذمہ فرض ہوگی۔

وتصح بالإيجاب والقبول والقبض...... والقبض لابد منه ثبوت الملك. (هداية :۲۳۷/٦،۲۳۸،مكتبة البشرى)

الزكوة واجبة على الحر العاقل البالغ المسلم إذا ملك نصابا ملكا تاما وحال عليه الحول لقوله تعالى: وآتوا الزكوة ؛ولقوله ﷺ أدوا زكوة أموالكم وعليه إجماع الأمة والمراد بالواجب الفرض .

(هدايه اولين: ۲۰۰، مكتبۂ بلال) (کتاب النوازل:۴۵۵/٦)

نابالغ کے مال پر زکوۃ:

مسئلہ: نابالغ پر زکوۃ واجب نہیں ہے، اگر چہ اس کے پاس اتنا مال ہو جو نصاب کو پہنچ جائے اور نہ ہی والدین کو یہ حق حاصل ہوگا کہ وہ اس مال سے زکوۃ ادا کرے، کیوں کہ شریعت نے اسے اس امر پر مکلّف ہی نہیں کیا ہے، لہٰذا باپ کو حق نہیں کہ نابالغ کے مال سے زکوۃ نکالے۔

ومنها البلوغ عندنا فلا تجب على الصبى حتى تجب عليه الصلوة .(بدائع الصنائع: ۷۹/۲)

وشرط افتراضها عقل و بلوغ فلا تجب على مجنون وصبى۔

(رد المختار مع الشامى:۱۷۳/۲،أيضا كتاب النوازل:٦/٤٨١)

بچوں کے نام پر زکوۃ کی رسید کٹوانا:

فی زماننا بہت سے سفراء جو مدارس کا چندہ وصول کرنے آتے ہیں وہ رسید

بھی دیتے ہیں، لیکن بہت سے لوگ رسید میں اپنے بچوں کا نام لکھواتے ہیں، تو اگرچہ نام بچوں کا لکھوائیں لیکن زکوۃ کی ادائیگی ان بچوں کے باپ ہی کی طرف منسوب کی جائے گی، اور زکوۃ باپ کی طرف سے ادا ہوگی۔ ہاں اگر باپ کو اس کے مکلّف بیٹے نے اداءِ زکوۃ کا وکیل کا بنایا ہو اور باپ ادا یگی کے وقت بیٹے کی طرف سے ادا یگی کی نیت کرتا ہے تو باپ کی طرف سے ادا ہوگی، گویا اس مسئلہ میں معطی کی نیت کا اعتبار ہوگا۔ (کتاب النوازل:٦/٢٠١)

وشرط صحة أدائها نية مقارنة له اى للأداء ولو كانت المقارنة حكماً (رد المختار :١٨٧/٣)

بچوں کے نام بینک میں جمع رقم کی زکوۃ کس پر ہے؟

مسئلہ: بچہ اگر بالغ ہے اور اپنے اکاؤنٹ کو خود آپریٹ کرتا ہے اور باپ کی نیت یہ ہے کہ میں بچوں ہی کے لئے جمع کرا رہا ہوں تب تو باپ پر اس قیمت کی زکوۃ واجب نہیں، کیوں کہ اب وہ رقم بچوں کی ملک ہوگئی۔ ہاں اگر قانونی کاروائی کی خاطر یوں ہی بچوں کے نام رقم جمع کرائی ہے اصل مالک تو باپ ہی ہے، تو اس کی زکوۃ باپ ہی پر واجب ہوگی، نہ کہ بچوں پر، یہ تفصیل اس وقت ہے۔ جب کہ اولاد بالغ ہوں۔

اور اگر بچہ نابالغ ہو تو باوجود تملیک کے اس رقم پر زکوۃ واجب نہیں؛ کیوں کہ شریعت کی طرف سے نابالغ کو اداءِ زکوۃ کا حکم نہیں دیا گیا ہے۔

(محمود الفتاوی:۵/۲۵۲)

وشرط افتراضها عقل وبلوغ فلا تجب على مجنون وصبى.

(رد المختار مع الشامى : ۲/ ۱۷۳)

اولاد کا نکاح حوائج اصلیہ میں داخل نہیں ہے:

مسئلہ: اگر اولاد بالغ ہے تو اس کا نکاح کرانا باپ کے ذمہ ضروری نہیں ہے، شرعاً نکاح کی ذمہ داری خود بالغ اولاد ہی پر ہے، اور اگر اولاد نابالغ ہے تو اس کا نکاح بھی شرعا ضروری نہیں ہے، اس لئے اولاد خواہ بالغ ہو یا نابالغ ان کا نکاح کرانا حوائج اصلیہ میں داخل نہیں ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ۳۴۳/۹)

عن ابن عباس رضى الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ مَن وُلِد له وَلَدٌ فَلْيُحسِنْ اسمَه واَدّبُهُ فإذا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجهُ فإنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزوِّجهُ فأَصَابَ إثْمًا فإنّمَا إثْمُهُ عَلىٰ أبِيه. (مشكاة: ۲۷۱)

جزاء إثمه عليه لتقصيره وهو محمول على الزجر والتهديد للمبالغة و التأكيد. (مرقاة المفتاتيح ۲۰۹/٦)

باپ کے ساتھ کاروبار میں معاون لڑکوں پر زکوۃ:

مسئلہ: اگر کاروبار میں اصل رقم باپ ہی کی ہے جس سے تجارت کی ابتداء کی گئی تھی، لڑکے باپ کے ساتھ کام کرتے ہیں اور بوقت ضرورت باپ اپنی اولاد کو خرچہ بھی دیتا ہے، تو اس کاروبار کا اصل مالک باپ ہی ہے اور بیٹے معاون ومددگار ہیں، اس لئے زکوۃ محض باپ پر فرض ہوگی نہ کہ اولاد پر۔

(اہم مسائل جن میں ابتلا عام ہے: ۸۲/۴)

الأب وابنـه يكتسبان فی صنعة واحدة ولم يكن لهما شيئ فالكسب كله للأب إن كان الابن فی عياله لكونه معينا له۔(شامی:۵۰۲/۶)

صدقة الفطر

نابالغ اولاد کا صدقۂ فطر:

مسئلہ: جس طرح باپ کے ذمہ اپنی نابالغ اولاد کا نفقہ وغیرہ واجب ہے، اسی طرح جس شخص کے پاس عیدالفطر کے دین اپنی بنیادی ضررویات کے علاوہ نصاب کے بقدر مال فاضل ہوتو اس پر اپنی طرف سے اور اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

ويخرج عن أولاده الصغار لأن السبب رأس يمونه ويلی عليه لأنها تضاف إليه يقال له زكوة الرأس. (فتح القدير:۲۸۸/۲)

شادی شدہ نابالغ لڑکی کا صدقۂ فطر

مسئلہ: مذکورہ بالا عبارت میں رأس يمونه ويلی عليه سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قیدِ احترازی ہے، جس کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوگا جب کہ کسی نے اپنی نابالغہ لڑکی کا نکاح کرا کر رخصت کردیا تو اب چوں کہ مؤنت باپ کے ذمہ نہیں رہی اس وجہ سے اس نابالغہ لڑکی کا صدقۂ فطر باپ پر واجب نہیں ہوگا۔

ہاں اگر باپ نے نابالغہ لڑکی کا نکاح کرادینے کے بعد رخصتی نہیں کی اور اسے اپنے ہی پاس رکھتا ہے تو ایسی صورت میں مؤنت کے معنی پائے جانے کی وجہ

سے باپ پر اس لڑکی کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے، جیسے کہ علامہ شامی رقمطراز ہے :

(ولوزوج طفلته الصالحة لخدمة الزوج فلا فطرة) الصغيرة لو سلمت لزوجها لاتجب فطرتها على أبيها لعدم المؤنة..... وظاهره لو أمسكها في بيته فتجب على أبيها.(شامی : ۳/ ۳۱۵)

ابوت کے متعدد مدعیان پر صدقۂ فطر:

مسئلہ: مذکورہ بالا مسئلہ اس صورت سے کے ساتھ خاص ہے جب کہ باپ ایک ہی ہو؛ لیکن کسی بچہ پر متعدد لوگ باپ ہونے کا دعوی کرتے ہوں تو ہر ایک پر اس نابالغ بچہ کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہوگا؛ جیسے کہ دو شخصوں نے لقیط پر دعوی کیا یا ایسی باندی کے بچے کا دو شخصوں نے دعوی کیا جو باندی ان دونوں کے درمیان میں مشترک تھی تو ایسی صورت میں چوں کہ دونوں سے بنوت کے ثبوت کا احتمال ہے اس وجہ سے دونوں پر صدقۂ فطر واجب ہوگا۔

ولو تعدد الآباء فعلى كل فطرة كما لو إدعى رجلان لقيطا أو ولد أمة مشتركاً بينهما..... أي كاملة .

لأن البنوة ثابتة من كل منهما كملا وثبوت النسب لا يتجزأ.

(شامی :۳۱۵/۳، البحر الرائق: ۴۴۱/۲)

بالغ مجنون بیٹے کا صدقۂ فطر

بالغ ہونے کے بعد باپ پر بالغ اولاد کا صدقۂ فطر نہیں ہے، البتہ ایک صورت مستثنی ہے اور وہ یہ ہے کہ بالغ اولاد مجنون ہو تو اس کا صدقۂ فطر بھی باپ پر

ہی واجب ہوگا، جیسا کہ علامہ ابن نجیمؒ فرماتے ہیں:

وکذا الولد الکبیر إذا کان مجنونا فإن صدقة فطره علی أبیه.

(البحرالرائق: ۲/ ٤٤٠)

بالغ اولاد کا صدقۂ فطر

مسئلہ: اگر باپ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے بغیر اس کی اجازت کے صدقۂ فطر ادا کرے تو یہ بھی استحسانا جائز ہے، کیوں کہ عادۃ باپ بیٹے کی طرف سے ادا کر دیتا ہے اور بیٹے کو یہ گوارا ہی ہوتا ہے۔

وإذا أدی عن الزوجة والولد الکبیر بغیر إذنهما جاز.

(البحرالرائق: ۲/ ٤٤٠)

ولو أدی عنهما بلا إذن اجزأ استحسانا للإذن عادة.

(رد المختار: ۳/۳۱۷)

باپ کا اپنی بالغ اولاد کو صدقۂ فطر ادا کرنا:

مسئلہ: باپ اگر صدقۂ فطر اپنی اولاد کو دیدے یا اولاد اپنے باپ کو صدقۂ فطر ادا کرے تو آیا صدقۂ فطر کی ادائیگی متحقق ہو جائے گی یا نہیں؟

اس بابت اصول یہ ہے کہ جس طرح زکوۃ اپنے اصول وفروع کو نہیں دے سکتے اسی طرح صدقۂ فطر بھی اپنے اصول وفروع کو نہیں دے سکتے۔ لہٰذا اگر کوئی شخص اپنی نابالغ اولاد کو صدقۂ فطر ادا کرے تو ادا نہ ہوگا؛ کیوں کہ بیٹا باپ کی مؤنت اور پرورش میں ہوتا ہے، جس کی وجہ سے خود کو صدقۂ فطر دینا لازم آئے گا۔

اسی طرح بالغ اولاد کو صدقہ فطر دینا بھی درست نہیں، گرچہ بالغ اولاد باپ

کی مؤنت میں نہیں اوران کا نفقہ باپ پرواجب نہیں،مگراولا داورآباء میں منافعِ املاک متصل ہوتے ہیں،اس لیے زکوۃ کی طرح صدقہ فطربھی بیٹے کودینا درست نہیں۔

وصدقة الفطر كالزكوة فى المصارف ، قوله فى المصارف ... ولا تصح إلى من بينهما أولاد أو زوجية .(درمع الشامى: ۳/ ۳۲۵)

کتاب الصوم

مرض الموت کے روزوں کے فدیہ کی وصیت:

مسئلہ:اوراگرموت تک اس مرض سے باپ کوشفانہیں ہوئی اوراس کی موت ہوگئی توباپ پرضروری نہیں کہ بیٹوں کوفدیہ کی وصیت کرے۔نہ ہی بیٹوں پر باپ کی طرف سےترکہ میں سےکوئی چیز دینالازم ہوگی۔

فإن مات فيه أى فى ذلك العذر فلا تجب عليهم الوصية بالفدية لعدم إدراكهم عدة من أيام الأخر۔(شامى:۴۰۶/۳)

باپ کافوت شدہ روزوں کے بدلہ فدیہ کی وصیت کرنا

مسئلہ:اوراگروالدکی موت اس حال میں ہوئی کہ وہ اپنی زندگی میں قضاءکی قدرت رکھتا تھا تو خواہ اس نے روزے عذرکی وجہ سے چھوڑے ہوں یا بلا عذر دونوں صورتوں میں اس کی موت کے بعداس کےترکہ میں سے ہر دن کے بدلہ میں ایک مسکین کوکھانا کھلانا ہوگا،لیکن یہ اسی صورت میں ہوگا جب کہ باپ نے مرتے وقت اطعام کی وصیت کی ہو،البتہ شوافع کے یہاں وصیت کی بھی شرط نہیں۔

الحالة الثانية:أن يموت الأب بعد تمكنه من القضاء سواء ترك الأداء بعذرأم بغيره ففى هذه الحالة هل يقضى عنه ولده أى من ورثته اختلف العلماء فى هذه المسئلة وهو للحنفية وللمالكية والحنابلة والشافعية فى الجديد من قولهم أنه يطعم من تركته عن كل يوم مسكينا. (المجموع:٦/٤١٥)

ولو ماتوا بعد زوال العذر وجبت الوصية بقدر إدراكهم عدة من أيام أخر۔(شامی:٣/٤٠٦)

فوت شدہ روزوں کا تدارک بدن کے ذریعہ درست ہے؟

مسئلہ:اس سے ماقبل فوت شدہ روزوں کے مالی تدارک کو بیان کیا گیا تھا، لیکن اگر کوئی بدن کے ذریعہ کسی کے فوت شدہ روزوں کی قضا کرنا چاہے تو یہ درست ہے یا نہیں؟ احناف اس بات کے قائل ہیں، کہ بیٹا یا ولی میت کی طرف سے روزہ نہیں رکھ سکتا۔

وإن صام أوصلى عنه الولى لا لحديث النسائى : لا يصوم أحد عن أحد. (رد المختار :٣/٤٠٨، فتح القدير:٢/٣٦٤)

وقوله تعالى : وأن ليس للإنسان إلا ما سعى. (سورۂ نجم:٣٩)

البتہ شوافع کے یہاں اس کی گنجائش ہے۔(المجموع :٦/٤٧٥)

فوت شدہ روزوں کے بدلہ فدیہ کی وصیت نہ کرنا

مسئلہ: جیسا کہ ابھی گذرا کہ اگر میت کی موت اس حال میں ہوئی کہ وہ اپنی حیاتی میں فوت شدہ روزوں کی قضاء کی قدرت رکھتا تھا اس کے باوجود اس نے

روزے نہیں رکھے، تو اس کے لئے مرتے وقت فدیہ کی وصیت کرنا ضروری تھا۔

لیکن اگر وصیت نہیں کی اور اس کی موت واقع ہوگئی تو ایسی صورت میں بیٹے یا وصی کو اس کی طرف سے فدیہ ادا کرنا ضروری نہیں ہوگا، اگر بیٹا اس کی طرف سے بغیر وصیت کے فدیہ ادا کردے تو اس کی طرف سے احسان سمجھا جائے گا، اور فدیہ ادا کرنا ولی کی طرف سے یا بیٹے کی طرف سے جائز ہوگا۔

وإن لم يوص وتبرع وليه به جاز. (رد المختار :۴۰۷/۳)

فدیہ کی وصیت ثلث مال میں نافذ ہوگی:

مسئلہ: فقہاء فرماتے ہیں کہ وصیت کرنے کے بعد ثلث مال میں سے وصیت نافذ ہوگی اس سے زیادہ میں نہیں البتہ اگر ورثاء یا ولی اپنی طرف سے برضاء ورغبت ثلث سے زائد سے اگر فدیہ ادا کردے تو درست ہوگا، جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

وأشار بالوصية إلى أنه معتبر من ثلث ماله صرح به قاضيخان في فتاواه۔ (البحر الرائق:۴۹۸/۲)

فلوزادت الفدية على الثلث لايجب الزائد إلا باجازة الوارث.

(شامی :۴۰۷/۳)

سفر کی وجہ سے چھوٹے ہوئے روزوں کا حکم:

مسئلہ: وہ اعذار جن کی وجہ سے وقتی طور پر افطار کرنا درست ہوتا ہے ان میں سے ایک سفر بھی ہے کہ اگر کوئی شخص سفر کو جائے تو روزہ نہ رکھے البتہ جب مقیم ہو

جائے یا اپنے گھر دوبارہ لوٹ آئے تو اس پر ان چھوٹے ہوئے روزوں کی قضاء لازم ہوگی، اگر قضاء کر لی تو فبھا ونعمت اور اگر قضاء نہیں کی حتی کہ موت ہوگئی تو اس کی دوصورتیں ہیں:

(ا) وہ اپنی زندگی میں سفر سے لوٹنے کے بعد قضاء کی قدرت رکھتا تھا اس کے باوجود قضاء نہیں کی تو اس کے ذمہ موت کے وقت اپنے بیٹے یا ولی کو فدیہ کی وصیت کرنا ضروری ہوگا اور اگر وہ وصیت کرے تو ثلث مال میں سے یا ورثاء کی اجازت سے کل مال میں سے فدیہ ادا کیا جائے گا۔

لو صح المريض أو أقام المسافر ولم يقض حتى مات لزمه الإيصاء بقدره. (البحر الرائق: ٤٩٥/٢)

ويطعم وليهمالكل يوم كالفطرة بوصية.(البحر الرائق:٤٩٧/٢)

وصیت کئے بغیر باپ کا انتقال کر جانا:

مسئلہ: اور اگر وصیت کے بغیر مر گیا تو بیٹا یا ولی کے ذمہ اس کی طرف سے فدیہ دینا لازم نہ ہوگا، البتہ یہ لوگ اگر اپنی ہی وضا مندی سے ادا کر دے تو ٹھیک ہے۔

اى يلزم الولى الفداء عنه من الثلث إذا أوصى و إلا فلايلزم بل يجوز۔ (شامى:٤٠٦/٣)

بحالت سفر رمضان میں باپ کا انتقال ہو گیا تو نہ قضا ہے نہ وصیت

مسئلہ: اور اگر بحالت سفر ہی انتقال ہو گیا تو اس پر نہ قضاء واجب ہوگی نہ

وصیت۔

ولاقضاء علی المریض والمسافر إذا ماتا قبل الصحة والإقامة لأنهما لم یدرکا عدة من أیام أخر۔(البحر الرائق: ۲/ ۴۹۵)

باپ کو روزہ یا نماز کا ثواب پہنچانا:

مسئلہ: یہ بات طے شدہ ہے کہ باپ کی طرف سے بیٹا اگر کوئی بدنی عبادت ادا کرے تو سوائے حج کے کوئی عبادت ادا نہیں کرسکتا؛ البتہ روزہ رکھ کر یا نماز پڑھ کر اس کا ثواب اس کو پہنچایا جا سکتا ہے، جیسا کہ علامہ شامی رقمطراز ہے:

فی الهدایة من أن للإنسان أن یجعل ثواب عمله لغیره صلوة أو صوما أو صدقة أو غیرها ۔(شامی:۳/ ۴۰۸)

ولو قضاها ورثته بأمره لم یجز لأنها عبادة بدنیة بخلاف الحج لأنه یقبل النیابة. (رد المختار :۲/ ۵۳۵)

بیماری بڑھ جانے کے خوف سے بیٹے کو روزہ سے روکنا:

مسئلہ: اللہ رب العزت نے والدین کی اطاعت کو غیر معصیت میں لازم قرار دیا ہے: اور ان کے سامنے چوں وچرا کرنے سے منع کیا ہے، فرمان الٰہی ہے:

وَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ (سورۂ بنی اسرائیل:۲۳)

اسی وجہ سے اگر بیٹا بیمار ہو اور باپ کہے بیٹا روزہ مت رکھ ورنہ مرض بڑھ جائے گا تو- بیٹے کے روزے پر طلاق کو معلق کرنے (حلف) کے مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے- بیٹے کے لئے باپ کی اطاعت افضل ہوگی۔

وينبغى أن أحد الوالدين إذا نهى الولد عن الصوم خوفا عليه من المرض أى يكون الأفضل إطاعته أخذا من مسئلة الحلف عليه بالإفطار. (شامى : ٤١٦/٣)

والدین کی آمد پر نفل روزہ کو توڑنا۔

مسئلہ: مذکورہ بالا تمام مسائل فرض روزوں سے متعلق تھے اور ان روزوں میں شدید عذر کی وجہ سے شرع نے روزوں کو توڑنے کی اجازت بھی دی ہے، البتہ کچھ اعذار ایسے ہیں جن کی وجہ سے فرض روزوں کو ترک نہیں کیا جا سکتا؛ لیکن اگر وہی عذر نفل روزوں کے درمیان پیش آجائیں تو اس وقت روزہ توڑنے کی اجازت ہے، اور بعد میں روزہ کی قضاء لازم ہوگی۔

ان ہی اعذار میں سے ایک عذر یہ ہے کہ اگر کسی نے نفل روزہ رکھا اور اس کے یہاں کوئی مہمان آگیا؛ اگر مہمان کے ساتھ کھانا نہ کھانے کی وجہ سے مہمان کی ناراضگی کا اندیشہ ہو تو قبل الزوال افطار کرنا درست ہے۔

اور اگر مہمان والدین میں سے کوئی ایک ہو اور افطار نہ کرنے کی وجہ سے ان کی ناراضگی کا ڈر ہو تو ان کی خاطر قبل الزوال و بعد الزوال افطار کی گنجائش ہے۔

إن كان صاحب الطعام يرضى بمجرد حضوره وإن لم يأكل لا يباح الفطر وإن كان يتأذى بذلك يفطر. (البحر الرائق : ٥٠٢/٢)

درمع الشامی میں ہے:

إلا لأحد أبويه إلى العصر لا بعده هذه الغاية عزاها فى النهر إلى السراج ولعل وجهها أن قرب وقت الإفطار يرفع ضرر الانتظار و

ظاهر قوله لا بعده أن الغاية داخلة لكنه فى السراج لم يقل لا بعده.

(شامی: ۳/ ٤١٥)

نذر کے روزوں کے بدلہ اطعام کی وصیت:

مسئلہ: اسلام میں بہت سے احکام وہ ہیں جو ابتداءً بندوں پر لازم نہیں کئے گئے، لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز ابتداء لازم نہیں ہوتی لیکن بندے کے التزام کی وجہ سے وہ چیز بندوں پر لازم کردی جاتی ہے۔

اسی اصول پر متفرع ہونے والا جزئیہ یہ ہے کہ اگر مریض نے بحالت مرض ایک مہینہ کے روزہ رکھنے کی نذر مانی پھر وہ مریض صحت یابی سے قبل ہی انتقال کر گیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

اور اگر بحالت مرض ایک مہینہ کے روزے کی نذر ماننے کے بعد ایک دن بھی صحت ہوگئی اور اس دن روزہ نہیں رکھا تو اس پر تمام روزوں (ایک مہینہ) کے بدلہ میں اطعام کی وصیت لازم ہوگی، لہٰذا ورثاء یا لڑکے کے ذمہ اس وصیت کو پورا کرنا ضروری ہوگا۔

ولو قال المريض لله على أن أصوم شهرا فمات قبل أن يصح لا شيئ عليه وإن صح ولو يوما ولم يصمه لزمه الوصية بجميعه على الصحيح. (رد المختار : ٣/ ٤٢٤ ،التاتارخانية:٣/ ٤٣٣)

مرض وسفر کے عذر میں رخصت کے طور پر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا کا مسئلہ یہ ہے کہ سفر کے بعد اور صحت کے بعد جس قدر ایام پائے، اور قضا روزے نہ رکھے، اسی قدر ایام کے فدیہ کی وصیت کرنا ضروری ہے۔

وذكر الطحاوى خلافا فيه بين أبى حنيفة وأبى يوسف و بين محمد وليس بصحيح وإنما الخلاف فى النذر والفرق لهما أن النذر سبب فيظهر الوجوب فى حق الخلف وفى هذه المسئلة السبب إدراك العدة فيتقدر بقدر ما أدرك.(هدايه : ١/٢٤٠)

یہ مسئلہ سابق میں گذر چکا کہ وصیت کرنے کی صورت میں ہی ورثاء پر فدیہ لازم ہوگا، وصیت کے بغیر لازم نہ ہوگا، اور یہ لزوم بھی مقدر بالثلث ہے، اس سے زیادہ ورثاء کی اجازت اور مرضی پر موقوف ہوگا۔

فلو زادت الفدية على الثلث لا يجب الزائد إلا بإجازة الوارث.
(شامی :٤٠٧/٣)

وان لم يوص وتبرع عنه وليه به جاز۔(رد المختار :٤٠٧/٣)

دس سال کی عمر میں روزہ نہ رکھنے پر باپ کا اپنے بیٹے کو مارنا

مسئلہ: جس طرح نماز کی بابت یہ حکم ہے کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو ولی یا باپ کو چاہئے کہ اسے نماز کی تلقین کرے اور دس سال کی عمر میں نماز نہ پڑھنے پر مارے، یہی حکم روزہ کا بھی ہے کہ سات سال کی عمر میں بیٹے کو روزہ کی تلقین کرے اور دس سال کی عمر میں روزہ نہ رکھنے پر مارے جیسا کہ فتاوی ہندیہ میں ہے۔

أيضرب أبن عشر سنين على الصوم ؟ قال اختلفوا فيه والصحيح أنه بمنزلة الصلوة۔(هنديه : ٢٧٣/١)

\-------------

کتاب الحج

شرائط حج:

مسئلہ: فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو شخص حج کو جا رہا ہے اس کے پاس اس قدر مال ہو جو اس کے اہل وعیال کے نفقہ سے زائد ہو یعنی اس کے لئے ضروری ہے کہ جتنے دن کے لئے حج کو جا رہا ہے اتنے دن کا نفقہ (طعام، کپڑا، رہائشی مکان) اپنے اہل وعیال کو دیکر جائے۔

وفضلا عن نفقة عياله هذا داخل تحت مالابد منه.... و النفقة تشمل الطعام والكسوة والسكنى .

نفقہ نہ تو بہت اعلیٰ درجہ کا دیا جائے گا اور نہ ہی بہت گھٹیا، بلکہ درمیانی درجہ کا نفقہ واجب ہوگا۔

ويعتبر في نفقته ونفقة عياله الوسط من غير تبذير ولا تقتير.

(شامی : ٤٦١/٣، ٤٦٢، زیلعی: ٢٣٩/٢)

وعما لا بد منه و نفقة ذهابه وإيابه وعياله .(زيلعى :٢٣٥/٢)

ويشترط أن يكون فاضلا عن نفقة عياله إلى حين عوده.

(فتح القدير:٤٢٤/٢)

حج میں نیابت

مسئلہ: حج ایک ایسی عبادت ہے کہ اس میں نیابت درست ہے۔اس کے علاوہ دیگر عبادات میں نیابت درست نہیں ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدین فرماتے

ہیں:

بخلاف الحج لأنه يقبل النيابة۔ (رد المحتار : ۲/ ۵۳۵)

مریدِ حج کے لئے اجازت والدین بہتر ہے:

مسئلہ: اگر کسی شخص میں حج کے شرائط پائے جائیں اور وہ حج کا ارادہ بھی رکھتا ہو تو اس کے لئے مناسب ہے کہ والدین سے حج کی اجازت طلب کرے۔

وينبغی لمريد الحج أو الغزو أن يستأذن أبويه.

(طحطاوی علی مراقی الفلاح: ۷۲۶)

محتاج خدمت والدین سے اجازت طلب کرنا واجب ہے۔

مسئلہ: والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا انسان کا اخلاقی فریضہ ہے، نیز قرآنی تعلیم ہے، جیسا کہ باری تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَاناً (پارۃ نمبر: ۱۵، سورۂ بنی اسرائل: ۲۳)

قران وحدیث میں جہاں والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وجہ سے کامیابی کے مژدے سنائے گئے ہیں وہیں نافرمان اولاد کے لئے وعیدیں بھی وارد ہوئی ہیں، مشکوۃ شریف کی روایت ہے کہ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، اس کی ناک خاک آلود ہو، صحابہؓ نے دریافت کیا، یارسول اللہ! کس کی ناک خاک آلود ہو؟ نبیٔ اکرم ﷺ نے فرمایا: جس نے اپنے والدین میں سے ایک یا دونوں کو بڑھاپے کی عمر میں پایا پھر وہ (ان کی خدمت نہ کرکے) جنت کا مستحق نہ ہوا۔

وعنه قال رسول الله ﷺ رغم أنفه ،رغم أنفه، رغم أنفه، قيل من يا رسول الله ؟ قال من أدرك والديه عند الكبر أحداهما أو كلاهما ثم لم يدخل الجنة.(مشکوۃ :۲/۴۱۸)

مسئلہ:شریعت نے والدین کے ساتھ اچھائی کا سلوک محض اخلاقیات تک محدود نہیں رکھا؛ بلکہ عبادات میں بھی اس کو خاص اہمیت دی ہے،جیسا کہ علامہ احمد ابن محمد کتاب الحج میں فرماتے ہیں:اگر کوئی شخص حج فرض کا ارادہ رکھتا ہو اس حال میں کہ اس کے والدین اس کی خدمت کے محتاج ہوں پھر بھی وہ والدین کی اجازت کے بغیر حج کو چلا گیا تو گنہگار ہوگا۔

فإن خرج بدون إذن مع الاحتياج إليه للخدمة أثم. (حاشية الطحطاوی علی مراقی الفلاح:۷۲۶)

محتاج خدمت والدین سے بلا اذن سفر حج کو جانا گناہ کا باعث ہے

مسئلہ : مذکور الصدر مسئلہ سے یہ بات عیاں ہوگئی کہ حج فرض کے لئے والدین سے اولا اجازت طلب کرنا واجب ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص بلا اجازت والدین سفر حج کو چلا گیا اس حال میں کہ والدین خدمت کے محتاج تھے تو بلا اجازت جانے کی وجہ سے گنہگار ہوگا،اور اس کا یہ فعل مکروہ تحریمی ہے البتہ حج ادا ہوجائے گا

وظاهره أن الكراهة تحريميةً ولذا عبرالشارح بالوجوب۔

(شامی :۳/۴۵۴،روح المعانی : ۸/۶۰)

مذکورہ تمام مسائل حج فرض سے متعلق تھے،لیکن اگر کوئی شخص نفل حج کا ارادہ کرے تو اس کے لئے والدین کی اجازت ضروری ہے،یعنی والدین خدمت کے

محتاج ہوں یا نہ ہوں، ان کی اطاعت کرے، اور اجازت طلب کرے اگر اجازت دے تو حج کو جائے ورنہ نہ جائے۔

أما حج النفل فطاعة الوالدين أولی مطلقا۔(شامی:۳/۴۵۴)

خلاصہ یہ ہوا کہ حج یا تو فرض ہوگا یا نفل۔ اور والدین خدمت کے محتاج ہے یا نہیں اس اعتبار سے کل چار صورتیں ہوتی ہیں:

(۱) حج فرض ہے اور والدین خدمت کے محتاج نہیں ہے تو اذن (اطاعت) واجب نہیں۔

(۲) حج فرض ہے اور والدین خدمت کے محتاج ہیں تو اذن (اطاعت) واجب ہے۔

(۳) حج نفل ہے اور والدین خدمت کے محتاج نہیں تب بھی اذن یعنی اطاعت واجب ہے۔

(۴) حج نفل ہے اور والدین خدمت کے محتاج ہے تب بھی اذن واجب ہے۔

فرضیت حج کے بعد پیسوں سے بیٹیوں کی شادی کرانا:

مسئلہ: فرضیت حج کے تمام شرائط جس میں پائے جائیں اس پر حج فرض ہو جاتا ہے، حتی کہ فرضیت حج کے بعد اگر کسی نے مال کی اتنی مقدار جس کی بناء پر حج فرض ہوا تھا خرچ کر دی تو اس پر سے حج کا ذمہ ساقط نہیں ہوگا یہی وجہ ہے کہ ایک شخص کے اندر شرائط حج مجتمع ہو اس کے باوجود وہ ان پیسوں کو اپنے لڑکے کی شادی

کرانے میں خرچ کردے تو اس کے ذمہ سے فرض ساقط نہیں ہوگا، اگر موت تک اس کی ادائیگی نہیں کی تو گنہگار رہوگا۔ (فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۵۱۸/۶)

هو أي الحج فرض الخ مرة الخ على الفور عند الثاني الخ ولذا أجمعوا أنه لو تراخى كان أداءً و إن أثم بموته قبله لكن بشرط الأداء قبل الموت فإذا مات قبله ظهر أنه اثم.

(رد الختارمع الشامی:۴۵۵/۳)

والدین کا خوبصورت بچہ کوسفر حج سے روکنا:

مسئلہ: خوبصورت اور صبیح الوجہ بچے سے متعلق وہ تمام احکام جن سے فتنہ کا اندیشہ ہو شریعت نے ان کا سد باب کرنے کے لئے ان لوازمات پر ہی پابندیاں عائد کردی جو کہ افشاء فتنہ کے اسباب ہو سکتے تھے، تاکہ کوئی فتنہ وجود پذیر نہ ہو، جیسا کہ امرد اور صبیح الوجہ کی امامت کو علماء نے مکروہ قرار دیا ہے، تاکہ اس کی امامت سے کوئی فتنہ برپا نہ ہو۔

وكذا تكره خلف الأمرد..... أن المراد به الصبيح الوجه لأنه محل الفتنة. (شامی :۳۰۱/۲)

اسی کی ایک فرع حج سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ خوبصورت اور حسین لڑکا جب حج کا ارادہ کرے تو ریش دار ہونے تک باپ کو حج سے روکنے کا حق حاصل ہوگا، اس لئے کہ اس کے حج پر جانے سے فتنہ کا اندیشہ ہے۔

لو كان الابن صبيحاً فللأب منعه حتى يلتحى.

(رد المختار:۴۵۴/۳)

غیر مامون احوال میں بیٹے کو حج سے روکنا:

مسئلہ: مذکورہ صورت کا حکم اس وقت ہے جب کہ راستہ مأ مون ہو؛ لیکن اگر راستہ مأ مون نہ ہو اور حسین لڑکا حج کا ارادہ کرے تو باپ کو مطلقاً حج سے روکنے کا حق حاصل ہے، خواہ لڑکا ریش دار ہو یا نہ ہو۔

إن كـان الابـن أمـرد صبيـح الوجه للأب أن يمنعه عن الخروج حتـى يـلتـحى وإن كانت الطريق مخوفا لايخرج وإن لم يكن أمرد.(البحرالرائق : ۲/ ۵٤۰)

قوله :حتى يلتحى وإن كان الطريق مخوفا لايخرج وإن التحى. (شامی : ۳/٤٥٤)

والد کا اپنے بچہ کی طرف سے احرام باندھنا:

مسئلہ: اللہ تبارک وتعالی کا فرمان ہے:

لَايُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

ترجمہ: اللہ تعالی تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے۔

یعنی اللہ تبارک وتعالی نے کسی کو طاقت سے زائد کام کا حکم نہیں دیا، ٹھیک معاملہ اسی طرح عبادت کا اللہ تعالی نے ہر انسان کو اس کی استطاعت بھر مکلّف بنایا ہے، جیسے نماز، روزہ وغیرہ عبادات کا بالغین کو ادائیگی کا مکلّف بنایا لیکن نابالغوں کو مکلّف نہیں بنایا، یہی حال حج کا بھی ہے کہ بالغ پر حسب شرائط حج فرض کیا گیا ہے، نابالغوں پر فرض نہیں کیا گیا، اس کے باوجود اگر کوئی نابالغ حج ادا کر لے تو حج درست ہو جائے گا، اور اگر اس کی جگہ پر باپ یا ولی نے بچے کی طرف سے احرام

باندھ کر حج کیا تو بھی بچہ کی طرف سے حج درست مانا جائے گا۔

قوله : وفيه نظر فيه تأمل فإن من له بعض إدراك منهما يصح أدائه العبادة ولا مانع يمنع من الصحة فيه.

وأما مسئلة إحرام الولی عنهما فهی مسئلة أخرى فإن إحرامه عنهما صحيح. (تقريرات رافعی:۱۵۶/۳)

وفی الشاميه والثانی علی فعل الولی ففی الولواجية وغيرها الصبی يحج به أبوه .(شامی :۴۵۷/۳)

مسئلہ: بچہ کی طرف سے بچہ کا ولی یا باپ احرام باندھے تو بچہ محرم شمار ہوگا، البتہ باپ کے بچہ کی طرف سے احرام باندھنے کی وجہ سے ممنوعات احرام کے احکام باپ پر لازم ہوں گے، نہ کہ بچہ پر، یہی وجہ ہے کہ اگر باپ نے بچہ کی طرف سے احرام باندھا پھر بچہ سے کسی ممنوعات احرام کا ارتکاب ہو جائے تو اب نہ تو بچہ پر کوئی چیز لازم ہوگی اور نہ ہی باپ پر جیسا کہ علامہ ابن عابدینؒ فرماتے ہیں:

أو أحرم عنه أبوه صار محرما المراد من كان أقرب إليه بالنسب فلو اجتمع والد وأخ يحرم الوالد..... (وينبغی) قال فی اللباب وشرحه وينبغی لوليه أن يجنبه من محظورات الإحرام كلبس المخيط والطيب وإن ارتكبها الصبی لا شيئ عليهما.

(رد المختار مع الشامی: ۴۶۷/۳)

احرام الوالد عن الولد کی صحت کی شرط

مسئلہ(۱): ماقبل میں جو مسئلہ گذرا اس کا تحقق اسی وقت ہوگا جب کہ بچہ بنفس

نفیس ارکان حج کو ادا کرنے پر قادر نہ ہو جیسا کہ علامہ شامیؒ فرماتے ہیں:

فإنه على وجهين الأول إذا كان صبيا لايعقل الأداء بنفسه وفي هذا الوجه إذا أحرم عنه أبوه جاز. (شامي : ٤٦٧/٣)

اور اگر بچہ بنفس نفیس مناسک حج کی ادائیگی پر قدرت بھی رکھتا ہو ساتھ ہی عقلمند بھی ہو تو تمام مناسک حج بچہ ہی انجام دے گا۔

وإن كان يعقل الأداء بنفسه يقضي المناسك كلها.

(شامي :٤٦٧/٣)

ان دونوں عبارتوں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ باپ کا بیٹے کی طرف سے احرام باندھنا صرف اسی وقت درست ہے جب کہ بچہ عقلمند نہ ہو۔

فهو كالصريح أن إحرامه عنه إنما يصح إذا كان لايعقل.

(شامي:٤٦٧/٣)

مسئلہ (۲): جس طرح بالغ مناسک حج کی انجام دہی کرتا ہے اسی طرح نابالغ بچہ بھی تمام مناسک حج بالغوں کی طرح ہی ادا کرے گا۔

اور اگر نابالغ عقلمند بچے نے بعض اعمال حج جیسے: رمی وغیرہ ترک کر دیا تو اس پر کوئی چیز واجب نہیں ہوگی۔

وإن كان يعقل الأداء بنفسه يقضي المناسك كلها فيفعل مثل مايفعله البالغ.

ولو ترك هذا الصبي بعض أعمال الحج نحو الرمي وما أشبهه لم يكن عليه شيئ. (أحكام الصغار:٣٢)

صغیر کا حج، حجِ فرض کی طرف سے کافی نہ ہوگا:

مسئلہ(۱): اس سے یہ بات بھی عیاں ہوگئی کہ حج بلوغت کے بعد ہی فرض ہوتا ہے، بلوغت سے قبل حج فرض نہیں ہوتا، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی بچہ اپنے والد کے ساتھ حج کو جائے تو بچہ کا یہ حج، حج فرض کے قائم مقام نہیں ہوگا، اور بعد البلوغ شرائط حج کے پائے جانے کی وجہ سے حج فرض ہوگا۔

وفی فتاوی القاضی الإمام ظهیر الدینؒ الصبی إذا حج مع الأب لا ینوب ذلك عن حجة الإسلام وتلزمه الاعادة. (احکام الصغار:۳۳)

نابالغ کو کس طرح حج کرایا جائے؟

مسئلہ(۱): جوشخص اپنی نابالغ اولاد کوسفر حج میں لے جانے کا ارادہ رکھتا ہوتو مناسب ہے کہ اولاً بچہ کو غسل کرائے پھر دو کپڑے ازار اور چادر پہنائے اور اسے تمام محظورات احرام سے بچائے۔

لیکن بچہ نے اگر ازخود محظورات احرام میں سے کسی کا ارتکاب کرلیا تو بچہ اور اس کے ولی پر کوئی چیز لازم نہیں ہوگی، اس لئے کہ بچہ شریعت کا مخاطب نہیں ہے، اور اگر بچہ نے حج ہی کو فاسد کردیا تو اس کی قضا بھی لازم نہ ہوگی۔

وینبغی لولی من أحرم من الصبیان أن یجرده ویغسله ویلبسه ثوبین إزارا ورداء ویجنبه ما یجتنب المحرم فی إحرامه فإن فعل شیئا من محظورات الإحرام فلا شیئ علیه ولا علی ولیه لأجله لأن الصبی غیر مخاطب ولو أفسده فلا قضاء علیه. (أحکام الصغار: ۳۵)

مسئلہ (۲): اور اگر بچہ نے حرم میں شکار کرلیا تب بھی دم وغیرہ کچھ لازم نہ ہوگا، اس لیئے کہ یہ حق اللہ ہے، اور بچہ کا اللہ کے حق میں مؤاخذہ نہیں ہے۔

وكذلك إذا أصاب صيدا فى الحرم فلا شيئ عليه لأنه حق الله تعالى والصبى غير مؤاخذ بحق الله تعالى. (احكام الصغار:۳۵)

مسئلہ: صبی غیر ممیّز کی طرف سے الاقرب فالاقرب کا اعتبار کیا جائے گا جیسے کہ والد اور بھائی جمع ہو جائے تو والد کو احرام باندھنے کا حق دیا جائے گا، جیسا کہ علامہ شامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

الصبى الغير المميز لا يصح إحرامه ولا أدائه بل يصحان من وليه له فيحرم عنه من كان أقرب إليه فلواجتمع والد وأخ يحرم الوالد.
(شامی: ۵۵۰/۳)

بیٹے کی حج فرض کی وصیت باپ کے لیے:

مسئلہ: نابالغ بچہ بالغ ہونے کے بعد ہی متصلا اتنا بیمار ہوا کہ اسی بیماری میں فوت ہوگیا البتہ وفات سے قبل اگر اس نے اپنے باپ یا کسی رشتہ دار کو اپنی طرف سے حج ادا کرنے کی وصیت کی تو اس کا وصیت کرنا درست ہوگا، اور باپ یا دیگر رشتہ دار اس کی طرف سے حج ادا کریں گے۔

ولوبلغ الصبى فحضرته الوفاة وأوصى بأن يحج عنه حجة الإسلام جازت وصيته عندنا ويحج عنه .(احكام الصغار:۳٤)

سفر حج کے لئے بیٹے کو پیسے ہدیہ کرنا

مسئلہ: حج کے فرض ہونے کے لئے زاد وراحلہ شرط ہے، اگر کسی کے پاس

اپنی کمائی سے حاصل شدہ اس قدر مال ہے جس سے زادوراحلہ کا ثبوت ہوتا ہے، تو اس پر حج فرض ہے، اگر اپنی ذاتی ملکیت میں اس قدر مال موجود نہیں ہے، تو حج فرض نہیں۔

لیکن اگر باپ کے پاس موجود ہے اور بیٹے کے پاس نہیں ہے اور باپ اپنے بیٹے سے کہے یہ مال تمہیں ہدیہ، اس کے ذریعہ حج ادا کرلو، تو بیٹے کے لئے ہدیہ قبول کرنا ضروری نہیں، اور نہ ہی اس پر حج فرض ہوگا، حج تو اس وقت فرض ہوتا ہے جب کہ خود مال کی اتنی مقدار کا مالک ہو جس سے حج فرض ہوجاتا ہے۔

اور اگر لڑکے نے باپ کا ہدیہ قبول کرلیا تو پھر وہ مالک بن جائے گا، لہٰذا اس پر حج بھی فرض ہوجائے گا۔ اسی طرح ہمارے زمانے میں اگر باپ نے سفر حج کے تمام مصارف خود ادا کر کے ٹکٹ وغیرہ خرید لئے اور بچہ باپ کے ہمراہ حرم میں پہنچ گیا تو اب حرم میں پہنچنے کی وجہ سے یہ حج اس کا فرض ادا ہوگا۔

ولو وهب الأب لابنه مالا يحج به لم يجب قبوله لأن شرائط الوجوب لايجب تحصيلها. (رد المختار: ۴۶۰/۳)

باپ کی وصیتِ حج پر عمل کی صورتیں:

مسئلہ(۱): یہ بات مسلم ہے کہ حج فرض سے عجز کی صورت میں اگر کوئی شخص کسی کو اپنی طرف سے حج بدل ادا کرنے کی وصیت کرے تو درست ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنی طرف سے حج بدل ادا کرنے کی وصیت کرے، پھر بیٹے نے اپنے ہی مال سے باپ کی طرف سے حج بدل ادا کرلیا اس شرط کے ساتھ کہ حج کی ادائیگی

میں جس قدر خرچہ ہوگا اسے اپنے والد کی میراث سے حاصل کرلوں گا تو یہ جائز ہے ،اور موصی کواس کا ثواب بھی پہنچے گا۔

رجل أوصى بأن يحج عنه فحج عنه ابنه ليرجع فى التركة فإنه يجوز۔ (البحر الرائق :۱۲۰/۳)

مسئلہ(۲):اوراگر بیٹے نے اپنے مال سے والد کی طرف سے حج بدل ادا کر لیا اوراس نے حج کا خرچہ بھی باپ کی میراث سے وصول نہیں کیا تو یہ جائز نہیں ہے،اورانفاق کا ثواب باپ کونہیں بلکہ بیٹے کو ملے گا اوراس حج کو باپ کی طرف سے شمار نہیں کیا جائے گا۔

ولو حج على أن لا يرجع فإنه لايجوز عن الميت لأنه لم يحصل مقصود الميت وهو ثواب الإنفاق.(البحر الرائق : ۱۲۰/۳)

البتہ بیٹے کی نیت کی مطابق امید ہے کہ باپ کوثواب پہنچ جائے گا،کما سيجئى إن شاء الله.

وصیتِ حج میں وارث کا کسی اورکو بھیجنا۔

بیٹا یاوارث اگر خود حج نہ کرے بلکہ اپنی طرف سے کسی اورکو بھیج دے تو اس میں دوصورتیں ہوتی ہیں،ترکہ میں سے رجوع کرے گا یانہیں کرے گا:

(۱)ترکہ سے رجوع کرنے کی صورت میں کسی اورسے کرائے گا توحج درست ہے

وكذا لو أحج الوارث رجلا من مال نفسه ليرجع.

(منحة الخالق:۱۲۰/۳)

(۲) ترکہ میں رجوع نہ کرے تو خانیہ کے حوالہ سے منحۃ الخالق میں ہے کہ حج درست ہو جائے گا، اس کے بعد منحۃ الخالق میں لکھا ہے کہ بیٹے یا وارث کا خود حج کرنا اور ترکہ سے رجوع کرنے کی صورت میں حج درست ہونے اور نہ کرنے کی صورت میں (والد کی طرف سے) حج درست نہ ہونے کے حکم کے بر عکس؛ کسی اور سے حج کرانے میں دونوں صورتوں میں حج کو درست کہا گیا ہے، اور حکم میں فرق کی کوئی وجہ ذکر نہیں کی گئی۔ اس کے بعد انہوں نے از خود وجہ فرق بیان کی ہے کہ پہلی صورت میں میت نے اپنے مال سے حج کرنے کی وصیت کی تھی ، جب کہ دوسری صورت میں فقط اپنی طرف سے حج کرنے کی وصیت کی (یعنی پہلی صورت میں مال کا ذکر کیا جب کہ دوسری صورت میں وصیت تو کی لیکن مال کا ذکر نہیں کیا۔)

ولو أوصى بأن يحج عنه فأحج الوارث من مال نفسه لا ليرجع عليه جاز للميت عن حجة الإسلام فقد فرق فى مسئلة عدم الرجوع بين ما إذا حج بنفسه وبين ما إذا أحج غيره عن الميت ولم يذكر وجه الفرق فلينظر، نعم قد يفرق بأنه فى الأولى أوصى بأن يحج بماله دون الثانية. (منحة الخالق: ۱۲۰/۳)

راقم کہتا ہے کہ اگر اس وجہ فرق کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر وارث یا بیٹے کے خود حج کرنے کی صورت میں بھی اس فرق کا اعتبار ہونا چاہئے، اور وصیت میں مال کا ذکر نہ ہو تو ترکہ سے رجوع کئے بغیر بیٹے کا حج بھی باپ کی طرف سے درست ہو جائے گا۔

خلاصہ یہ ہوا کہ وصیت میں مال کا ذکر ہوگا یا نہ ہوگا، اگر مال کا ذکر ہے تو بیٹے کا خود کیا ہوا حج یا کسی اور سے کرایا گیا حج میت کی طرف سے اسی صورت میں درست ہوگا جب کہ ترکہ سے رجوع کرے، اور اگر رجوع نہ کرے درست نہیں ہوگا۔

اور اگر وصیت میں مال کا ذکر نہیں ہے تو بیٹے کا خود کیا ہوا حج یا کسی اور سے کرایا گیا حج درست ہوگا، چاہے ترکہ سے رجوع کرے یا نہ کرے۔

باپ کا حج بدل کی وصیت نہ کرنا:

مسئلہ: اگر کسی پر حج فرض تھا اس کے باوجود حج ادا نہیں کیا، یہاں تک کہ اس کا انتقال ہوگیا اور مرنے سے قبل کسی وارث کو حج بدل کی وصیت بھی نہ کی، اس کے باوجود اس کے لڑکے یا کسی اور وارث نے اپنے والد کی طرف سے حج بدل کیا یا کروایا تو انشاء اللہ باپ کے ذمہ سے فریضۂ حج ساقط ہوجائے گا۔

ففی مناسك السروجی لو مات رجل بعد وجوب الحج ولم یوص به فحج رجل عنه أو حج عن أبیه أو أمه عن حجة الإسلام من غیر وصیة قال أبو حنیفةؒ یجزیه إن شاء الله ..... وقال فلو حج عنه الوارث أو أجنبی یجزیه وتسقط عنه حجة الإسلام إن شاء الله تعالی، لأنه إیصال للثواب۔(شامی:٤/ ١٦)

حج ثانی یا حوائج عیال میں ترجیح:

مسئلہ: جس کسی نے ایک مرتبہ حج ادا کرلیا ہو بعدہ دوبارہ حج نفل کا ارادہ ہے

اس نیت سے کہ گناہ معاف ہو جائیں گے، یا کوئی اور نیت ہو تو اس کے لئے اس شرط کے ساتھ سفر کے حج کو جانا روا ہوگا جب کہ اس کی غیبت میں اہل وعیال بحسن وخوبی، کھانے، پینے اور رہائش کی ضروریات بہ آسانی پوری کرسکیں۔ اس صورت میں حج کو جانے میں کوئی حرج نہیں؛ لیکن اگر اس کے جانے کے بعد حالات کچھ اس طرح بن جائے کہ بچے اور گھر والے اپنی لازمی ضروریات کو بھی پورا نہ کرسکیں تو اس وقت حج کی اجازت نہ ہوگی بلکہ بچوں کی حاجات کا نظم ونسق اشد ضروری ہے۔

(کتاب النوازل: ۷/۳۲۰)

فرض مرة على الفور على مسلم حر مكلف صحيح بصير ذي زاد وراحلة عما لابد منه.

(التنویر: مع الدر المختار:٣/٤٥٠، ٤٦٢، بدائع الصنائع:٢/٣٠١)

فرض حج کے بعد والدین کی طرف سے نفل حج

مسئلہ: جو شخص اپنا فرض حج ادا کر کے یا عمرہ ادا کر کے اپنے والدین کی طرف سے بہ نیت ثواب حج یا عمرہ کرے تو یہ عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحسن ہے، نیز والدین کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی ثواب میں شامل کیا جاسکتا ہے۔

ابن الموفق کا واقعہ مشہور ہے کہ جب انہوں نے نبیٔ اکرم ﷺ کی طرف سے حج ادا کیا تو اس کے بعد آپ ﷺ کو خواب میں دیکھا، نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے کہ اے ابن الموفق کیا آپ نے میری طرف سے حج ادا کیا؟ جواباً عرض کیا جی ہاں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تیرے لئے میں کافی ہو

جاؤں گا، میں تیرا ہاتھ پکڑ کر تجھے جنت میں داخل کراؤں گا اس حال میں کہ لوگ حساب کی سختیوں میں ہوں گے۔

اس واقعہ سے حج اور عمرہ کا ثواب پہنچانے کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔

بخلاف مالو أهل بحج عن أبويه أو غيرهما من الأجانب حال كونه متبرعا فعين بعد ذلك جاز لأنه متبرع بالثواب قال الشامي : فإذا أحرم بحجة عن اثنين أمره كل منهما بأن يحج عنه وقع عنه ولا يقدر على جعله لأحدهما وإن أحرم عنهما بغير أمرهما صح جعله لأحدهما أولكل منهما۔(شامی : ٢٨/٤ زكريا)

وروى أن ابن الموفق حج عن رسول الله ﷺ حجّاً قال فرأيت رسول الله ﷺ في المنام فقال يا ابن موفق حججت عني؟ قلت نعم قال فإني أكافئك يوم القيامة آخذ بيدك في الموقف فأدخلك الجنة و الخلائق في كرب الحساب. (البحر العميق في مناسك المعتمر والحاج الى بيت الله العتيق: ٩٨/١ بيروت)

اپنے حج فرض اور والدین کے حج میں ترجیح:

مسئلہ: بہت سے لوگوں کے نوک زبان یہ بات ہوتی ہے کہ خواہ انسان پر حج فرض ہو جائے؛ لیکن اپنے حج کی ادائیگی سے قبل والدین کو حج پڑھانا چاہئے، یہ بات سراسر غلط ہے، حج فرض کی ادائیگی والدین کے حج پر موقوف نہیں ہے۔

(کتاب النوازل: ۵۷۰/۷)

ولاتثبت الاستطاعة بالعارية والإباحة فلو بذل الابن لأبيه

الطاعة وأباح له الزاد والراحلة لا يجب عليه الحج وكذا لو وهب مالا ليحج به لا يجب عليه قبوله. (غنية الناسك ۱/۲۱،البحر الرائق :۲/ ٥٤٨)

كتاب البيوع

بیع کے نفاذ کے شرائط:

مسئلہ: بیع کے تام ہونے کے لئے کل چار شرطیں ہیں:

(۱) شرط انعقاد (۲) شرط صحت (۳) شرط نفاذ (۴) شرط لزوم

ان میں سے پہلی شرط کے تحقق کے لئے عاقد کا عقلمند ہونا ضروری ہے، اسی وجہ سے بچہ اور مجنون کی بیع کا اعتبار نہیں ہے۔

اسی طرح عاقد میں عدد بھی مشروط ہے، اگر کوئی ایک شخص جانبین سے وکیل بنے تو بیع منعقد ہی نہیں ہوگی، ہاں باپ صغیر کے مال میں جانبین سے عاقد بن سکتا ہے، جب کہ باپ عقد کے لئے ایسا لفظ استعمال کرے جو اصیل کے معنی پر دلالت کرتا ہو۔

وأما شرائطه أنواع أربعة : شرط انعقاد، و شرط صحة ،وشرط نفاذ، وشرط لزوم........ شرائط العاقد العقل فلا ينعقد بيع المجنون والصبى الذى لا يعقل .

والعدد فى العاقد فلا ينعقد بالوكيل من الجانبين إلا فى الأب ووصيه والقاضى فإنه يتولى الطرفين فى مال الصغير إذا باعوا أموالهم منه أو اشتروا بشرط أن يكون فيه نفع ظاهر لليتيم فى الوصى .

وفـی الخانیة من الوکالة الواحد یتولی العقد من الجانبین إلا فی الأب فـإنـه یـکتـفـی بـلفظ واحد..... وقال خواهر زاده هذا إذا أتی بـلـفـظ یـکـون أصیـلا فـی ذلك الـلفظ بأن قال بعت هذا من ولدی فیـکتـفـی به وأما إذا أتی بلفظ لایکون أصلا فیه بأن قال اشریت هذا الـمـال لـولدی لا یکتفی بقوله اشتریت ولابد أن یقول بعت وهو فی الوجهین یتولی العقد من الجانبین .

(البحر الرائق : ٤٣٢/٥، شامی : ١٤/٧)

أمـاشـرائـط الانعقاد فأنواع منها فی العاقد وهو أن یکون عاقلا ممیزا وأن یکون متعدداً فلایصلح الواحد عاقدا من الجانبین إلا الأب و وصیــه والـقـاضـی إذا بـاعـوا أمـوالهـم مـن الصغیر أو اشتروامنـه.

(عالمگیری: ٣/ ٥ بیروت)

باپ کی ولایت تصرف:

مسئلہ: بیع میں شرائط نفاذ کی بنیاد دو چیزیں ہیں: (۱) ملک (۲) ولایت۔

ولایت کا وجود کبھی تو مالک کی نیابت سے ہوتا ہے، تو کبھی شارع کی جانب سے۔ پہلے کو وکالت تو دوسرے کو ولایت اب وغیرہ کہتے ہیں، پھر صغیر پر ولایت کے بھی درجے ہیں جن میں سے باپ کو اولیت کا حق حاصل ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیم مصریؒ فرماتے ہیں:

وأمـاشـرائـط الـنـفاذ فالملك أوالولایة، فلم ینعقد بیع الفضولی عندنا وأماشرائه فنافذ.

والولاية أما بنيابة المالك أو الشارع فالأول الوكالة والثانی ولاية الأب ومن قام مقامه بشرط اسلام الولی وحريته وعقله وبلوغه وصغر المولی عليه .

وأولی الأولياء فی المال الأب ثم وصيه ثم وصی وصيه ثم الجد أبو الأب ثم وصيه ثم وصی وصيه ثم القاضی ثم من نصبه القاضی.

(البحر الرائق: ٥/ ٤٣٥،٤٣٦)

خیارشرط

خیارشرط ابتداء حکم سے مانع ہوتا ہے یعنی خیار کے ہوتے ہوئے حکم اس وقت تک نافذ نہ ہوگا جب تک کہ وہ خود مدت خیار میں اس بیع کو نافذ نہ کردے۔

خیارشرط دوسرے کی طرف منتقل نہیں ہوتا ہے جب تک کہ آدمی میں مباشر بننے یا اس خیار پر عمل کرنے کی صلاحیت موجود ہو، جیسے کہ باپ یا وصی نے یتیم اور بچہ کے لئے کوئی چیز خریدی اور خیار اپنے لئے رکھا پھر بچہ مدت خیار ہی میں بالغ ہو گیا تو اس کے نافذ کرنے سے بیع نافذ ہو جائے گی، اب باپ کے ذمہ وہ اختیار باقی نہیں رہے گا۔

وقد أفاد كلامه أن الخيار لاينتقل عمن هو له إلی غيره فلذا قال أبو يوسفؒ إذا اشتری الأب أو الوصی شيئا لليتيم وشرط الخيار لنفسه فبلغ الصبی فی المدة تم البيع

وقال محمد توقف علی إجازة الابن فكأنه باشره بعد بلوغه ......

فقد علم أن الخيار لا ينتقل علی المعتمد لأن قول أبی يوسفؒ فی

الأولی هو المعتمد. (البحر الرائق:٦/ ٢٩)

خیارعیب

مسئلہ: خیار کی ایک قسم خیار عیب بھی ہے جو کہ لزومِ بیع سے مانع ہوتی ہے یعنی مبیع میں ایسا عیب ظاہر ہو جائے جو کہ بائع کے یہاں موجود تھا، تو اس عیب کی وجہ سے مشتری کو مبیع کے لوٹانے کا حق حاصل ہوگا، لیکن اگر مشتری باپ ہو اور وہ اس حالت میں مر گیا کہ اسے عیب کی وجہ سے مبیع کو لوٹانے کا حق حاصل تھا تو اس کے ورثاء یا بیٹے کو حق رجوع حاصل ہوگا۔

وفی المعراج أن خیار العیب یثبت للوارث ابتداءً بدلیل أنه لو تعیب بعد موت المشتری فی ید البائع کا ن للوارث رده .

(البحر الرائق :٢٨/٦)

باپ کا خیارِ رویت بیٹے کو:

مسئلہ: جس طرح خیار شرط میں توریث جاری نہیں ہوتی اسی طرح خیار رؤیت میں بھی توریث جاری نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ باپ کو شئی کی خریداری کے بعد خیار رؤیت حاصل تھا یہاں تک کہ قبل الرجوع اس کی اسی حال میں موت ہوگئی تو بیٹے یا کسی وارث کے لئے اس کی وفات کے بعد خیار رؤیت کا حق ثابت نہیں ہوگا وجہ اس کی یہ ہے کہ خیار رؤیت محض عاقد ہی کے لئے جاری ہوگا، اور ورثاء عاقد نہیں ہے۔

ولایورث کخیار شرط لانه ثابت بالنص للعاقد وهو لیس بعاقد ولانه وصف فلا یجری فیه الارث۔ (البحر الرائق: ٥٥/٦)

بیٹے کے لیے کاٹے ہوئے کپڑے میں خیارِ عیب

مسئلہ (۱): عیب کی بنا پر مشتری کو مبیع لوٹانے کا حق حاصل ہوتا ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس عیب دار مبیع میں مشتری کے پاس کوئی زیادتی غیر منفصلہ پیدا ہو جاتی ہے، تو ایسی صورت میں مشتری کو پوری مبیع لوٹانے کا حق حاصل نہیں ہوگا بلکہ رجوع بالنقصان کا حق حاصل ہوگا۔

باپ نے اگر اپنے بچے کو دینے کی نیت سے کوئی چیز مثلا کپڑا وغیرہ خریدا تو جب تک یہ چیز باپ کی ملکیت میں ہے اور بیٹے کو ہبہ نہیں کی وہاں تک خیار عیب کا مالک باپ ہی ہوگا یا تو پوری چیز واپس کرے گا اور چیز واپس کرنا ممکن نہ ہو تو رجوع بالنقصان کا حقدار ہوگا اور اگر اس چیز کا بیٹے کو مالک بنا دیا پھر باپ اس چیز میں عیب پر مطلع ہوا تو خیار عیب کی وجہ سے اس کو واپس نہ کر سکے گا۔

چنانچہ باپ نے ایک کپڑا خریدا پھر اسے اپنے چھوٹے بچے کا لباس بنانے کے لئے کاٹا اور پھر سی دیا اس کے بعد وہ کپڑے میں موجود عیب پر مطلع ہوا تو اسے رجوع بالنقصان کا حق حاصل نہیں ہوگا، اور یہ مسئلہ نابالغ لڑکے سے متعلق ہے اس لئے کہ نابالغ کے لئے سینے کی نیت سے کپڑا کاٹنا ہبہ ہے اور باپ کی جانب سے نیابۃً قبضہ بھی مان لیا جائے گا، پس اس پر اسی وقت سے بچے کی ملکیت ثابت ہوگئی لہٰذا رجوع بالنقصان کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

مسئلہ (۲): اور اگر لڑکا بالغ ہے تو اگر چہ اس نے کپڑے کو کاٹ لیا ہے؛ لیکن سینے سے قبل اسے رجوع بالنقصان کا حق حاصل ہوگا اس لئے کہ کپڑے پر بالغ اولاد کی ملکیت اسی وقت ثابت ہوگی جب کہ باپ کپڑا سی کر کے سپرد کر دے،

کیوں کہ باپ اس کا نائب نہیں۔

ولـو قـطـعـه وخـاطه أو صبغه أو لت السويق بسمن فاطلع على عيـب رجـع بنقصانه كما لو باع بعد رؤية العيب لامتناع الرد بسبب الـزيـادة.... وعـلـى هـذا قـلنا أن من اشترى ثوبا فقطعه لباسا لولده الـصـغيـر وخاطه ثم اطلع على عيب لايرجع بالنقصان ولو كان الولد كبيـرا يـرجـع لأن التـمـليك حصل فى الأول قبل الخياطة وفى الثانى بـعـدها بالتسليم إليه وهذا معنى ما فى الفوائد الظهيرية من أن الأصل أن كـل مـوضـع يـكون المبيع قائما على ملك المشترى ويمكنه الرد بـرضـا البائع فأخرجه عن ملكه لايرجع بالنقصان وكل موضع يكون الـمبيـع قـائـمـا على ملكه ولا يمكنه الرد وإن قبله البائع فأخرجه عن ملكه يرجع بالنقصان.

لـكـن وقع التقييد بالخياطة فى الثوب الموهوب للولد.... فإنه بـمـجـرد القطع له صارملكاًله فلا رجوع وفى الكبير القطع والخياطة على ملك نفسه فلما دفعه إليه بعدها أخرجه عن ملكه بعد امتناع رده شرعافرجع .(البحر الرائق:٦/٨٣)

مسئلہ: اگر والد نے کپڑا لے کر اس نیت سے سلائی کی کہ میں بیٹے کو عاریۃ یہ کپڑا پہننے دوں گا اور ہدیہ کی نیت نہیں کی تو اب سینے کے بعد بھی باپ کے رجوع بالنقصان کا حق باقی رہے گا،

فـعـلـى هـذا لـو صـرح بـأنهـا عـارية لايسقط حقه فى الرجوع

بنقصان العيب إذا خاطه لولده الصغير .(البحر الرائق :۸۳/٦)

مسئلہ: اسی طرح اگر والد نے نابالغ لڑکے کے لئے کپڑا عاریت کی نیت سے سیا ہو اور وہ چاہے تو کسی اور کو بھی یہ کپڑا فروخت کرسکتا ہے، لیکن ہدیہ کی صورت میں باپ فروخت نہیں کرسکتا۔

إتخذ لولده ثيابا ليس له أن يدفعهاإلى غيره إلا إذا بين وقت الاتخاذ أنها عارية. (البحر الرائق:۸۳/٦)

مکاتب غلام کا اپنے والد کو خریدنا:

مسئلہ: اگر مکاتب نے اپنے باپ یا بیٹے کو خریدا پھر خریدنے کے بعد وہ کسی عیب پر مطلع ہوا تو اسے نہ تو رجوع کا حق حاصل ہوگا اور نہ ہی نقصان بالرجوع کا حق حاصل ہوگا۔

مكاتب اشترى أباه أوابنه لايرده بالعيب لأنه صارمكاتبا و الكتابة تمنع زوال الملك بسائر الأسباب فكذلك الفسخ ولا يرجع بنقصانه لأن الرجوع بالنقصان خلف عن الرد.(البحر الرائق :۸۷/٦)

باپ کا مرض الوفات میں کسی بیٹے کو کوئی شئ فروخت کرنا

مسئلہ: باپ نے اپنے بیٹوں میں سے کسی بیٹے کو مرض الوفات میں اپنی کسی چیز کو بیچنا چاہا تو جب تک دیگر ورثاء اس کی اجازت نہ دے تو بیع نہیں ہوگی ورثاء کی اجازت پر یہ بیع موقوف ہوگی۔

الحادى والعشرون بيع المريض عينا من اعيان ماله لبعض ورثته موقوف على اجازت الباقى ولوكان بمثل القيمة عنده ـ(البحر الرائق: ١١٤/٦)

صبی مجور پر ولایت:

مسئلہ: صغیر پر بوجہ صغر حجر ہوتا ہے، اس حال میں اس کے مال میں تصرف کا حق باپ کو ہے، مدتِ حجر میں صغیر نے عقل و تمیز کے ساتھ (عدم بلوغ میں حجر ہوتے ہوئے) کوئی بیع کی تو وہ بھی باپ کی اجازت پر موقوف ہوگی۔[۱]

بيع العبد والصبی المحجورين على إجازة المولى والأب. (البحر الرائق: ٦/١١٣)

---

[۱] یہ بیع اصل اور وصف کے اعتبار سے تو درست ہے، یعنی 'بیع صحیح' ہے مگر حق غیر کی وجہ سے موقوف ہے۔

بیع جائز کی تین قسمیں ہیں: (۱) نافذ اور لازم ہو (۲) نافذ تو ہو لیکن لازم نہ ہو (۳) موقوف۔

(۱) ان میں سے قسم اول وہ ہے جو اصل اور وصف دونوں کے اعتبار سے مشروع ہو اور جس کے ساتھ غیر کا حق متعلق نہ ہو نیز اس میں خیار بھی نہ ہو۔

(۲) دوسری قسم وہ ہے جس کے ساتھ حق غیر تو متعلق نہ ہو البتہ اس میں خیار ہو۔

(۳) تیسری قسم وہ ہے جس کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہو۔

پھر یہ بھی دو قسموں پر ہیں: یا تو اس میں غیر کی ملک ہوگی یا پھر غیر مالک کے لئے بیع کا حق ہوگا؛ جیسے کہ غلام اور بچے کی بیع جن پر، بیع کی ممانعت ہے لہٰذا یہ بیع مولیٰ یا باپ کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ ==

مدیون والد کی جائداد فروخت کرنا:

مسئلہ: کسی نے مرنے کے بعد میراث چھوڑی؛ لیکن ساتھ ہی اتنا قرضہ بھی چھوڑا کہ وہ اس کے پورے ترکہ کو مستغرق ہے تو اگر کسی وارث یا بیٹے نے یہ چاہا کہ باپ کی جائداد کو فروخت کر دے تو جب تک غرماء اس کی اجازت نہیں دیتے بیع موقوف رہے گی۔

الثالث والعشرون بیع الوارث الترکة المستغرقة بالدین موقوف علی إجازة الغرماء. (البحرالرائق:٦/١١٤)

بیع میں زائد شرط لگانا۔

مسئلہ: ہر وہ بیع جس میں مشتری بائع پر کوئی زائد شرط لازم کرے، وہ بیع فاسد ہے۔ چنانچہ اگر کسی نے کوئی شیٔ خریدی اس شرط پر کہ بائع ثمن میں سے کچھ

== فالمراد به مالم یکن مشروعا بوصفه أعم من أن یکون مشروعا بأصله. وأما الباطل فله معنیان لغوی واصطلاحا..... وأما الثانی فهومالا یکون مشروعا لا بأصله ولا بوصفه. وأما البیع الجائزالذی لانهی فیه فثلاثة : نافذ لازم، ونافذ لیس بلازم، وموقوف. فالأول ماکان مشروعا بأصله ووصفه ولم یتعلق به حق الغیرولاخیار فیه. والثانی مالم یتعلق به حق الغیر وفیه خیار، والموقوف ما تعلق به حق الغیر وهو إما ملك الغیر أو حق بالبیع لغیرالمالك...... بیع العبد و الصبی المحجورین موقوف علی إجازة المولی والأب۔(البحر الرائق :٦/١١٣)

مقدار مشتری کے بیٹے کو دے گا تو یہ بیع فاسد ہے۔

وروى ابن سماعة عن أبي حنيفةؒ إذا اشترى من آخر شيئا على أن يهب البائع لابن المشتري أو لأجنبي من الثمن كذا، فسد البيع.
(البحر الرائق: ٦/ ١٤٢)

بھگوڑا غلام بیٹے کو بیچنا یا ہبہ کرنا:

مسئلہ: بھگوڑے غلام پر قبضہ ناقص سمجھا جاتا ہے، لہٰذا ایسے غلام کو بیچنا درست نہیں، کیوں کہ بیع کے بعد مبیع کے تسلیم پر وہ قادر نہیں۔ ہاں اگر بھگوڑا غلام اپنے صغیر بیٹے کو ہبہ کر دے تو درست ہے، کیوں کہ باپ کا ناقص قبضہ ہبہ میں بیٹے کی نیابت کے لیے کافی ہوگا۔ اور اگر صغیر بیٹے کو بیچے تو بیع درست نہ ہوگی، کیوں کہ باپ کا ناقص قبضہ تسلیم مبیع کے لیے کافی نہیں۔

والفرق أن شرط البيع القدرة على التسليم عقب البيع وهو منتف وما بقي له من اليد يصلح لقبض الهبة لا لقبض البيع، لأنه قبض بإزاء مال مقبوض من مال الابن وهذا قبض ليس بإزائه مال يخرج من مال الولد فكفت تلك اليد له نظراً للصغير لأنه لو عاد عاد إلى ملك الصغير. (البحر الرائق: ٦/ ١٣٠، شامي: ٧/ ٢٦١)

باپ کا اپنے لئے بیٹے کا مال خریدنا یا بیچنا:

مسئلہ: باپ اپنے بیٹے کا مال خود خرید سکتا ہے اسی طرح اپنا مال وکیل بن کر اپنے نابالغ بیٹے کو بھی فروخت کر سکتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنا

مال اپنے چھوٹے بچہ کو فروخت کیا تو نفس بیع سے قبضہ شمار نہیں ہوگا، یہاں تک کہ حقیقۃً قبضہ سے قبل مال ہلاک ہوگیا تو یہ مال باپ کی طرف سے ہلاک شدہ مانا جائے گا۔

الأب إذا باع ماله من ولده الصغير لا يصير قابضا بنفس البيع حتى لو هلك المال قبل أن يصير بحال يتمكن من القبض حقيقةً هلك على الوالد .(ايضا: ۲۰۳/۳)

باپ کا اپنے لیے بیٹے کے مال میں بیع فاسد کرنا:

مسئلہ: اگر کسی نے اپنے نابالغ بچہ کے مال سے اپنے لئے فاسد بیع کی یا اپنے مال میں سے بچے کو کوئی چیز بیع فاسد کے طور پر فروخت کی تو جب تک قبضہ نہ ہوگا ملکیت ثابت نہ ہوگی۔

وفي شراء الأب من مال طفله لنفسه فاسدا أو بيعه من ماله لطفله كذالك... باع عبدا من ابنه الصغير فاسدا أو اشترى عبده لنفسه فاسدا لا يثبت الملك حتى يقبضه ويستعمله. (شامی:۲۸۹/۷)

أن الأب إذا اشترى من ماله لابنه الصغير فاسدا أو باع كذالك فالقبض لا يكفي ولا يملكه إلا بقبضه واستعماله.(البحرالرائق:۱۵۱/۶)

کتاب الاقالة

باپ کی اقالہ کی خواہش پوری کرنا:

مسئلہ: اقالہ کہتے ہیں ماقبل کی بیع پر نادم ہوکر بائع کے ساتھ مل کر اس بیع کو

ختم کرنا۔ اقالہ کی درستگی کے لئے عاقدین کا باقی رہنا ضروری نہیں ہے، عاقدین میں سے کوئی ایک انتقال کرگیا، تو اس کے ورثاء کو حق فسخ حاصل ہوگا لہٰذا باپ نے بیع کی پھر اس بیع پر نادم ہوا اور قبل الاقالہ انتقال ہوگیا تو اس کے بیٹے یا کسی وارث کو اس کی جگہ پر حق فسخ حاصل ہوگا۔

وأما معناها شرعا فهي رفع العقد.... ولا يشترط لصحتهابقاء المتعاقدين فتصح إقالة الوارث والوصي. (البحر الرائق:٦/١٦٧،١٦٨)

باپ بیٹے کی مشترک زمین کی بیع میں باپ کا اقالہ:

مسئلہ: مشترکہ اشیاء کے درمیان بھی اقالہ ہوسکتا ہے، جس کی صورت یہ ہے، ماں، باپ نے اس سامان کو فروخت کیا جو اس کے اور بالغ بیٹے کے درمیان مشترک تھا اس کے بعد اس بیع پر ندامت ہوئی جس کی بنا پر ماں، باپ نے اقالہ کیا اس حال میں کہ بیٹے نے بھی اقالہ کی اجازت دی تھی اس کے بعد دوبارہ ماں، باپ نے اس مشترک سامان کو بلا اجازت ابن فروخت کیا تو جائز ہے، اور یہ بیع بیٹے کی اجازت پر موقوف نہ ہوگی اس لئے کہ اقالہ کے ذریعہ مبیع دوبارہ عاقد کی ملک کی طرف لوٹتی ہے نہ کہ مؤکل اور مجیز کی ملک کی طرف لہٰذا اس دوسری بیع کی درستگی میں کوئی شک نہیں۔

وفي القنيه باعت ضيعة مشتركة بينها وبين ابنها البالغ وأجاز الابن البيع ثم أقالت وأجاز الابن الإقالة ثم باعتها ثانيا بغير إجازته يجوز ولا يتوقف على إجازته لأن بالإقالة يعود المبيع إلى ملك العاقد لا إلى ملك المؤكل والمجيز. (البحر الرائق: ٦/ ١٧٠)

متفرقات بیوع

غلام صغیر اور اس کے ابوین میں تفریق

مسئلہ(۱): چھوٹے بچے اور اس کے والدین کو الگ نہیں کیا جائے گا، نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: جس نے بچہ اور اس کے والدہ کے درمیان تفریق ڈال دی تو اللہ تعالی قیامت کے دن اس کے محبین کے درمیان تفریق ڈالدے گا۔

والصحیح فی المذھب انه اذا کان مع الصغیر ابواہ لا یبیع واحدا منھم۔(البحرالرائق :۱۶۶/٦)

مسئلہ(۲): جب چند اقرباء بچہ کے ساتھ جمع ہو جائیں اور وہ تمام مختلف الاجناس ہو جیسے: باپ، ماں، خالہ، پھوپھی تو ان تمام کے درمیان تفریق نہیں کی جائے گی یا تو تمام کو ایک ساتھ فروخت کیا جائے گا، یا تمام کو ایک ساتھ رکھا جائے گا۔

فان کانوا من جنسین مختلفین کالام والاب والخالة والعمة لا یفرق ولکن یباع الکل او یمسك الکل ۔(البحر الرائق : ۱۶۶/٦)

صغیر اور باپ مسلمان ہو جائے تو ماں سے الگ کرنا:

لیکن بعض صورتیں اس سے مستثنی ہے، جیسے کہ ذمی کے غلام نے کسی دوسرے کی باندی سے شادی کر رکھی تھی، جس سے بچہ پیدا ہوا، کچھ عرصہ کے بعد باپ اور بچہ دونوں مسلمان ہو گئے تو اب ذمی کو غلام اور اس کے بچہ کو فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اگر چہ بچہ اور ماں میں تفریق ہی کیوں نہ ہو۔

ومن التفريق بحق ما في المبسوط ذمي له عبد له امرأة أمة ولدت منه فأسلم العبد وولده صغير فإنه يجبر الذمي على بيع العبد وابنه وإن كان تفريقا بينه وبين أمه. (البحرالرائق:١٦٥/٦)

دوشخصوں کا ایک بچہ کے متعلق ابوت کا دعوی کرنا۔

مسئلہ: دوشخصوں نے ایک بچے کے متعلق دعوی کیا، کہ میں اس کا باپ ہوں اس کے بعد یہ تینوں غلام بنالئے گئے یا ان تینوں پر کسی کی تملیک ثابت ہوگئی، اب اگر مالک چاہے کہ بچہ کے ساتھ موجود دوشخصوں میں سے کسی ایک کوفروخت کر دے تو درست نہیں ہے، اگر چہ قیاس کا تقاضہ تو یہی ہے کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک ہی باپ ہوگا، لہٰذا ایک کوفروخت کرنا جائز ہو، البتہ استحسان یہ کہتا ہے کہ دونوں میں سے کسی کوبھی فروخت نہیں کیا جائے گا، اس لئے کہ یقین کے ساتھ معلوم نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے اس بچہ کا حقیقی باپ کون ہے۔

ولو ادعاه رجلان فصار أبوين له ثم ملكوا جملة، القياس أي يباع أحدهما لاتحاد جهتهما وفي الاستحسان لا يباع لأن الأب في الحقيقة واحد فاحتمل كونه الذي بيع فيمتنع احتياطا فصارالأصل أنه إذا كان معه عدد أحدهم أبعد جاز بيعه. (البحر الرائق :١٦٦/٦)

بیٹی یا داماد کوسود کی رقم دینا:

مسئلہ: سود کی رقم کا مصرف فقراء ہیں، مالدار کوسود کی رقم نہیں دی جاتی، اگر کسی کا داماد اورلڑکی بہت غریب ہے اور وہ ان کی سودی رقم سے مدد کرنا چاہتا ہے، تو

اگر واقعی داماد غریب ہے تو اس کو سود کی رقم دے سکتا ہے، براہ راست اپنی بیٹی یا اس کی اولاد پر خرچ نہیں کرسکتا۔ (کتاب النوازل:۱۱/۳۷۵)

وأما إذا كان عند رجل مال خبيث فإما إن ملكه بعقد فاسد أو حصل له بغير عقد ولا يمكنه أن يرده إلى مالكه ويريد أن يدفع مظلمته عن نفسه فليس له حيلة إلا أن يدفعه إلى الفقراء.

(بذل المجهود: ۳۵۹/۱، مكتبة دار البشائر الاسلامية)

باپ کی اجازت،صریح یا دلالۃً

مسئلہ: بچہ کی بیع اولیاء اور والدین کی اجازت پر موقوف ہوتی ہے، البتہ اجازت کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، کبھی تو اجازت صراحۃ ہوتی ہے تو کبھی دلالۃ۔ اگر بچہ نے بیع کی اور والد نے صراحۃ اجازت دے دی تب تو بیع کے نفاذ میں کوئی شک ہی نہیں؛ لیکن اگر بچہ نے بیع کی اور والد خاموش رہا، تب بھی اسے دلالۃ اذن پر محمول کرتے ہوئے بیع کو نافذ سمجھا جائے گا۔ (فتاوی حقانیہ:۲۶/۶)

لما قال العلامة المرغيناني ثم الإذن كما يثبت بالصريح يثبت بالدلالة كما إذا رأى عبده يبيع ويشترى فسكت يصير مأذونا عندنا .

(الهداية مكتبة البشرى: ٤٦٢/٦، ٤٦٣)

بالغ لڑکے کی جائداد فروخت کرنا:

مسئلہ: بالغ لڑکے کی جائداد ہے جس کے کاغذات باپ کے پاس ہے، لڑکا کہیں اور رہتا ہے باپ نے غلط فائدہ اٹھا کر اس جائداد کو بلا اذن اولاد فروخت کر

دیا تو باپ کی بیع فضولی کے درجہ میں ہوگی، اور یہ بیع بیٹے کی اجازت پر موقوف ہوگی۔ (فتاوی حقانیہ:۶/۳۰)

رشوت کے پیسوں سے بچوں کی پڑھائی کرانا:

مسئلہ: باپ سرکاری ملازم ہے، سرکار ہر ماہ تنخواہ بھی دیتی ہے، لیکن ساتھ ہی باپ لوگوں سے بہت سے کاموں کے کرنے کی رشوت بھی طلب کرتا ہے، پھر ان ہی رشوت کے پیسوں کو اپنی اولاد کی پڑھائی میں خرچ کرتا ہے، تو اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر باپ کی غالب آمدنی حلال پر مبنی ہے تب تو استعمال کی اجازت ہے لیکن اگر معاملہ برعکس ہے تو اولاد کو باپ سے یہ پیسہ نہ لینا چاہئے، باپ سے کہے کہ آپ ہمیں اپنی حلال تنخواہ ہی سے کھلائیں پلائیں اور انہیں رقوم سے ہماری پڑھائی کا صرفہ برداشت کریں، اگر والد صاحب اس پر تیار نہ ہو تو خود بقدر گذارہ کما کر والد صاحب کو دے دیا کرے، اس طرح جائز طور پر پڑھائی کی جا سکتی ہے۔ (مسائل سود، مولانا حبیب الرحمٰن خیرآبادی:۲۷۹)

یایھا الذین آمنوا الاتأکلوا اموالکم بینکم بالباطل(النساء:۲۹)

اپنے نابالغ بچہ سے قرض لینا:

مسئلہ: آدمی اپنے استعمال کے لئے اپنے نابالغ بچہ کے مال سے قرض لے سکتا ہے، البتہ نابالغ کا مال بہ طور قرض دوسروں کو نہیں دے سکتا۔

(فتاوی دارالعلوم زکریا:۵/۵۱۶)

لو آجره الأب أو الجد أو الوصی صح إذ لهم استعماله بلاعوض

للتهذيب والرياضة فبالعوض أولى والوصي لوأستأجره لنفسه صح لا لو آجر نفسه لليتيم ولو آجر الأب نفسه له صح وله قضاء دينه من مال ولده بخلاف الوصي.... ولا بأس للأب ان يأكل من ماله بقدر حاجته لو محتاجا ولايضمن . (شامي:٧١٢/٦،مكتبة السعيد)

باپ کوکوئی چیز فروخت کرنا پھراسی چیز کا میراث میں پانا۔

مسئلہ: کوئی چیز فروخت کرنے کے بعد بائع کی ملکیت میں یا ہبہ کرنے کے بعد واہب کی ملکیت میں دوبارہ قدیم ملک ہی پر لوٹ آئے تو اسے دوبارہ مرابحۃً فروخت کرسکتا ہے، لیکن اگر شیٔ دوبارہ کسی دوسرے سبب سے بائع کی ملک میں لوٹی تو مرابحۃً بیع کی اجازت نہ ہوگی، جیسے کسی نے اپنے باپ کوکوئی چیز فروخت کر دی تھی پھر وہی چیز اس کی ملکیت میں میراث کے طور پر آئی تو اسے مرابحۃً فروخت نہیں کرسکتے، کیوں کہ اس ملکیت کا سبب جدید ہے۔

وفي المحيط اشترى شيئا ثم خرج عن ملكه ثم عاد إن عاد قديم ملكه كالرجوع في الهبة أو بخيار رؤية أوشرط أو عيب أو إقالة أوفي البيع الفاسد يبيع مرابحة بما اشترى لأن بهذه الأسباب ينفسخ العقد من الأصل وصار كأن لم يكن وإن عاد بسبب آخر نحو الإرث و الهبة لايبيع مرابحة لأنه عاد إليه بسبب جديد.(البحرا لرائق:٦/ ١٨٥)

دعوائے ابوت اور بنوت میں تناقض

مسئلہ: باپ کی طرف سے کسی کے دعوائے ابنیت کا انکار کرنے کے بعد خود دعوائے ابوت کرنا درست ہے، اوراس صورت میں تناقض اس دعوی کے صحیح ہونے

میں مانع نہ بنے گا، جب کہ اصول ہے کہ تناقض دعوی ملک کے لئے مانع ہوتا ہے، جس کی مثال یہ ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے پر یہ دعوی کیا کہ میرا بھائی ہے اور اس پر نفقہ کا دعوی کیا جب کہ مدعی علیہ نے کہا کہ وہ میرا بھائی نہیں ہے، پھر مدعی کا انتقال ہوگیا اور اس نے اپنے پیچھے مال چھوڑا تو مدعی علیہ نے میراث کا دعوی کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کا بھائی ہونے کی حیثیت سے اس کی میراث کا مالک ہوں تو نہ تو دعوی سنا جائے گا نہ ہی اسکے لئے میراث کا فیصلہ کیا جائے گا، لیکن اگر کوئی کسی کے لئے بھائی کی جگہ بیٹا یا باپ ہونے کا دعوی کرے اور مسئلہ کی صورت وہی ہو جو بھائی سے متعلق بیان کی گئی ہے، تو ابوت اور بنوت ہونے کا دعوی قبول کیا جائے گا، اور اس کے لئے ان کی طرف سے وارث ہونے کا فیصلہ بھی کیا جائے گا۔

والتناقض يمنع دعوى الملك...... رجل إدعى على آخر أنه أخوه وادعى عليه النفقة فقال المدعى عليه ليس هو بأخي ثم مات المدعي وخلف أموالا كثيرة فجاء المدعى عليه يطلب ميراثه وقال هو أخي لا يقبل ولا يقضى له بالميراث لأنه متناقض.

ولو كان مكان الإخوة دعوى البنوة أو الأبوة والمسئلة بحالها يقبل ذالك منه ويقضى له بالميراث. (البحرالرائق:٦/٢٣٥)

اخوت کے اثبات کے بعد باپ کا ابوت کا انکار

مسئلہ: تناقض دعوی کی بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جن میں تناقض کے ہوتے ہوئے بھی فیصلہ نافذ ہوتا ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ کسی نے اپنے علاوہ پر یہ دعوی کیا کہ وہ میرا حقیقی بھائی ہے جس سے مقصد میراث کا حصول ہے اور اس

پر دلیل شرعی بھی قائم کردی تو اس کی بات مان لی جائے گی، اور اس کے لئے فیصلہ کر دیا جائے گا، حتی کہ اگر باپ نے اس کے بعد قاضی کے حضور حاضر ہوکر دعوائے ابن کا انکار کر دیا تو اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔

ادعى على آخر أنه أخوه لأبويه إن ادعى إرثا أو نفقة وبرهن تقبل ويكون قضاء على الغائب أيضا حتى لو حضر الأب وأنكر لا تقبل ولا يحتاج إلى اعادة البينة لأنه لايتوصل إليه الا بإثبات الحق على الغائب. (البحر الرائق: ٦/ ٢٣٨)

باپ کی طرف سے بیٹے کے مال کی بیع

مسئلہ: باپ اپنی نابالغ اولاد کا وکیل بن کر جس طرح بیع وشراء کرسکتا ہے اسی طرح خود کے لئے بھی اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے اس کے قائم مقام بن کر بیع وشراء کر سکتا ہے، اور باپ اس بیع میں بچہ کے قائم مقام ہے یہی وجہ ہے کہ بچہ بالغ ہونے پر اپنے باپ سے ثمن کے مطالبہ کا حق رکھتا ہے، لیکن اگر باپ نے بیٹے کا مال اپنے علاوہ کسی اور کو فروخت کیا پھر بیٹا بالغ ہو گیا تو بیٹے کو مشتری سے ثمن کی وصولی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

يجوز بيع الأب من ابنه الصغير وشرائه منه لنفسه استحسانا وترجع الحقوق إلى الصبى ويقوم الأب مقامه فيها ولذا لو بلغ ملك مطالبة الأب بالثمن ولو باع من غيره فبلغ لا يملك المطالبة بنفسه. (الهندية :٣/٣٠٢)

بیٹے کی اشیاء منقولہ یا غیر منقولہ فروخت کرنا۔

مسئلہ: باپ نے بیٹے کے لئے ثمن مثل کے عوض کسی زمین کو فروخت کیا تو اشیاء غیر منقولی کے انعقاد کے لئے شرط یہ ہے کہ باپ لوگوں کے درمیان پسندیدہ یا مستورالحال ہو۔ اور اگر باپ لوگوں کے درمیان میں برا ہے یعنی مفسدِ مال سمجھا جاتا ہے تو بیع منعقد نہیں ہوگی، لیکن اگر باپ نے اپنے بیٹے کے لئے منقولی اشیاء میں سے کسی کو فروخت کیا اس حال میں کہ باپ لوگوں کے درمیان مفسد ہے، بشرط نفع و صلاح یہ بیع منعقد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

باع الأب ضيعة أو عقارا لابنه الصغير بمثل قيمته فإن كان الأب محمودا أو مستورا عند الناس يجوز وإن كان مفسدا لايجوز وهو الصحيح. وإن باع منقولا وهو مفسد فى رواية لايجوز إلا إذا كان خيرا للصغير وهو الأصح .(عالمگیری: ۲۰۳/۳)

بالغ مجنون بیٹے کی طرف سے باپ کا بیع کرنا:

مسئلہ: اگر لڑکا بالغ ہو اور اس کو جنون کا مرض بھی لاحق ہو تو اگر جنون طویل ہو تب تو باپ کو اس کی طرف سے بیع وشراء کرنا درست ہوگا ورنہ نہیں، اور جنون طویل کی مقدار مہینہ یا اس سے زائد ہے اور قصیر کی مقدار مہینہ سے کم ہے۔

وبيع الأب على ابنه الكبير المجنون جنونا طويلا يجوز وقصيرا لا يجوز والجنون الطويل مقدر بشهر فصاعدا والقصير بما دونه وهو الأصح۔(ايضا: ۲۰۳/۳)

بیٹے کے لئے غلام فاسد طریقہ سے خریدنا۔

مسئلہ: باپ نے اپنے چھوٹے لڑکے کے غلام کو بیع فاسد کے طور پر اپنے لیے ہی خریدا پھر اس غلام کو اپنے استعمال میں لائے اس سے پہلے ہی غلام مر گیا تو اس کی موت بچہ کے مال سے شمار کی جائے گی۔

أن الأب إذا اشترى عبد ابنه الصغير لنفسه شراء فاسدا فمات العبد قبل أن يستعمله الأب أو يقبضه أو يأمره بعمل مات من مال الصغير .(الهندية:۳/۲۰٤)

ایک بیٹے کا مال دوسرے کو فروخت کرنا:

مسئلہ: اگر کسی کے دو نابالغ لڑکے ہوں اور ان دونوں کے پاس مال ہو یا مملوکہ اشیاء ہو تو اگر باپ نے ایک کے مال کو دوسرے بیٹے کے ہاتھ وکیل بن کر فروخت کر دیا تو جائز ہے۔

ومن كان له ابنان صغيران فباع مال أحدهما من الآخر بأن قال بعت عبد ابني فلان من ابني فلان جاز. (الهندية:۳/۲۰۳)

کیا والدین اپنی اولاد کو فروخت کر سکتے ہیں؟

مسئلہ: والدین کو اپنی اولاد پر فوقیت حاصل ہے، لیکن شریعت کی حد میں رہتے ہوئے، اگر کسی امر میں شرع کی خلاف ورزی ہو تو وہاں والدین کے افعال کو ترجیح نہیں ہوگی، بایں سبب والدین اگر اپنی اولاد کو فروخت کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ اولاد آزاد ہے اور آزاد کی بیع سے شریعت نے روکا ہے

لہٰذا یہاں پر باپ کا یہ فعل نافذ نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ فعل خلاف شرع ہے۔

(فتاوی دارالعلوم دیوبند:۳۱۴/۱۴)

بیٹے کے مال سے اپنے لئے کوئی چیز خریدنا:

مسئلہ: باپ نے بیٹے کا وکیل بن کر اپنے لئے اس مال سے جو خریدا ہے اس کی وجہ سے باپ پر ثمن لازم ہو جائے گا، ثمن ادا کئے بغیر باپ بری نہیں ہوگا یہاں تک کہ قاضی نابالغ کی طرف سے باپ سے ثمن کی وصولیابی کے لئے وکیل مقرر کرے گا، وہ باپ سے پیسے لے کر قبضہ کر کے دوبارہ باپ کو لوٹا دیگا اور یہ ثمن باپ کے ذمہ امانت ہوگا۔

الثمن الذی لزم بشراء مال ولده لنفسه لایبرأ منه حتی ینصب القاضی وکیلا عن الصغیر فیقبضه من ابیه ثم یرده إلیه فیکون ودیعة من ابنه فی یده (الفتاوی الهندیة:۲۰۳/۳)

بیٹے کے لئے اس کی ضرورت کی اشیاء کی خریداور اداء ثمن

مسئلہ: اور اگر باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے ضرورت کی اشیاء خریدی جن کا وہ شریعت کی طرف سے مامور بھی ہے تو اگرچہ وہ اس پر گواہ نہ بنائے کہ میں نے یہ چیز اپنے بیٹے کے لئے خریدی ہے، تب بھی اس کی قیمت باپ کے مال سے وصول کی جائے گی۔

ولو اشتری لولده الکسوة أو الطعام یرجع بثمنه علیه وإن لم یشهد علیه لأنه مامور به غیر متطوع فیه بخلاف شراء الدار والعقار. (الهندیة: ۲۰٤/۳)

بیٹے کے لیے غیر ضروری چیزوں کی خرید اور ثمن میں رجوع

مسئلہ(۱): باپ نے اپنے نابالغ لڑکے کے لئے کپڑا یا خادم خریدا اور اپنے مال سے نقد ثمن ادا کیا تو باپ اپنے لڑکے کے مال سے ثمن وصول نہیں کرے گا، ہاں اگر باپ گواہ بنا دے کہ میں نے یہ چیز خریدی تا کہ میں اپنے بچوں کے مال سے اسے وصول کرلوں گا تو اس وقت وہ ثمن وصول کرسکتا ہے۔

رجل اشترى لولده الصغير ثوبا أو خادم و نقد الثمن من مال نفسه لايرجع بالثمن على ولده إلا أن يشهد أنه اشتراه لولده ليرجع عليه .(الهندية: ۲۰۳/۳)

مسئلہ(۲): اسی مسئلہ کی دوسری صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنے بچہ کے لئے کچھ خریدا لیکن باپ نے نقد ثمن ادا نہیں کیا کہ اسی حال میں باپ کی وفات ہو گئی تو ثمن کی ادائیگی باپ کے ترکہ سے کی جائے گی پھر اگر بقیہ ورثاء اس بچہ کے مال سے اس قیمت کو وصول کرنا چاہے تو نہیں کر سکتے، بہ شرطیکہ باپ نے اس بات پر گواہ مقرر نہ کیا ہو کہ اس نے یہ چیز بچے کے لئے خریدی۔

وإن لم ينقد الثمن حتى مات يؤخذ الثمن من تركته ثم لا ترجع بقية الورثة بذالك على هذا الولد إن كان الميت لم يشهد أنه اشتراه لولده .(الفتاوى هنهدية:۲۰۳/۳)

بیٹے کی طرف سے ماں وکیلہ بن کر باپ سے مکان خریدے

مسئلہ: زوجہ نے اپنے شوہر سے کہا جس گھر پر آپ کی ملکیت ہے اسے میں

نے ہمارے بیٹے کے لئے اس کے مال سے خریدا ہے باپ نے کہا میں نے فروخت کیا تو بیع نافذ ہوگی۔

دار لرجل وله امرأة بينهما ابن صغير فقالت المرأة اشتريت منك هذه الدارلابننا بماله وقال الأب بعتهايجوز.(الفتاوى هندية:٣/٢٠٤)

مسئلہ: اور اگر گھر لڑکے کے باپ اور اجنبی شخص کے درمیان مشترک تھا لڑکے کی ماں نے کہا میں نے یہ گھر تم دونوں سے اپنے لڑکے کے لئے خریدا باپ اوراجنبی نے کہا ہم نے فروخت کیا تو بیع نافذ ہوجائے گی۔

ولو كانت الدار مشتركة بين الأب والأجنبى فقالت المرأة لهما اشتريت منكما هذه الدار لابنى بماله فقالا بعنا جاز۔(الفتاوى الهندية: ٣/٢٠٤)

باپ کی بیع میں ولایت اورعدم ولایت کااختلاف

مسئلہ: باپ نے اپنے لڑکے کی مملوک کوئی چیز فروخت کی؛لیکن اس عقد میں باپ اور بیٹے کے مابین اختلاف ہوگیا، بیٹے نے کہا جس وقت آپ نے میرے سامان کوفروخت کیا میں بالغ تھا باپ نے کہانہیں بلکہ تو نابالغ تھا تو لڑکے کی بات مانی جائے گی۔

باع الأب ملك ابنه فقال الابن كنت بالغا حين باعه بغير إذنى وقال له كنت صغيرا فالقول قول الابن. (الفتاوى الهندية: ٣/٢٠٤)

قاضی کانابالغ کوبیع کی اجازت دینااورباپ کااباء۔

مسئلہ: نابالغ لڑکے کاباپ یاوصی یاجد صحیح موجود ہواوران لوگوں کی موجودگی

میں قاضی نے اگر بچہ کو بیع وشراء کی اجازت دی لیکن باپ نے اس اجازت کا انکار کر دیا تو باپ کے اباء کا کوئی اعتبار نہیں ہے، بلکہ اذن قاضی کو معتبر گردانا جائے گا اگر چہ قاضی کی ولایت کا درجہ باپ یا وصی کی ولایت کے بعد ہوتا ہے۔

لصبی أو المعتوه أب أو وصی أو جد صحیح فإذن القاضی للصبی أو المعتوه فی التجارة وأبی أبوه فإذنه جائز و إن کانت ولاية القاضی مؤخرة عن ولاية الأب أو الوصی. (الهندیه:۲۰۷/۳)

باپ کا اپنی نابالغ اولاد کے لئے جائداد خریدنا:

مسئلہ: فی زماننا بہت سے لوگ اپنی نابالغ اولاد کے لئے زمین، جائداد اسی کے نام سے خریدتے ہیں اور بیع نامہ میں بچہ ہی کا نام لکھواتے ہیں، اور نام لکھوانا قبضہ دینے ہی کی غرض سے ہوتا ہے لہٰذا اس زمین کا مالک بچہ ہی ہوگا۔(فتاوی دار العلوم دیوبند:۴۱۵/۱۴)

مسئلہ: ہاں اگر بچہ کے نام زمین اس وجہ سے کی تا کہ انکم ٹیکس اور سرکاری زد سے بچیں اور بچے کو مالکانہ تصرف دینے کی کوئی نیت بھی نہیں ہے، تو اس زمین کا مالک بچہ نہیں ہوگا، بلکہ باپ ہی ہوگا۔(محمود الفتاوی:۲۵۲/۵)

باپ کا اپنے بچے کے لئے دایا کو اجرت پر لینا

مسئلہ: اللہ تبارک وتعالی کے فرمان کتب علیکم الصیام کی وجہ سے ہر مسلمان عاقل، بالغ پر روزہ فرض ہے؛ لیکن بعض بعض اعذار کی بناء پر شریعت کی طرف سے رخصت دی گئی ہے، کہ اگر فلاں فلاں عذر ہو تو روزہ چھوڑ دو اور بعد میں

اس کی قضاء کرو، انہیں مسائل میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ شیر خوار بچہ جو صرف اپنی ماں ہی کا دودھ پیتا ہواور روزہ رکھنے کی حالت میں ہلاکت کا خوف ہوتو اس کی ماں کے لئے شریعت کی طرف سے افطار کی گنجائش ہے۔

اور اگر بچہ ماں کے علاوہ کسی اور عورت کا دودھ پی سکتا ہے؛ لیکن باپ اتنا تنگ دست ہے کہ دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر نہیں لے سکتا تو بچہ کی ماں قضاءً ودیانۃً بچہ کو دودھ پلائے گی اور بعد میں روزہ کی قضاء کرے گی۔

لیکن اگر باپ مالدار ہے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ بھی پی سکتا ہے تو اب باپ کے لئے ضروری ہوگا کہ دوسری عورت کو دودھ پلانے کے لئے اجرت پر لے۔

ویستأجر الأب من ترضعه عندها (در مختار: ۳۴۷/۵)

کتاب الشرکة

باپ کی وفات کے بعد بدون تقسیم ترکہ میں کھیتی کرنا

علامہ شامیؒ فرماتے ہیں کہ کسانوں وغیرہ میں عموماً باپ کے انتقال کے بعد جائداد بیٹوں کی طرف منتقل ہوجاتی ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرحوم کے کسی ایک لڑکے کو ان سب چیزوں کا ذمہ دار بنادیا جاتا ہے؛ لیکن دوسرے بھائی بھی اس کے ساتھ محنت کرتے ہیں تو یہ شرکت ملک ہوگی۔

یقع کثیرا فی الفلاحین ونحوهم أن أحدهم یموت فتقوم أولاده علی ترکته بلا قسمة و یعملون فیها من حرث وزراعة و بیع و

شـراء واسـتـدانة و نـحـو ذلك و تـارـة يـكـون كبيرهم هو الذى يتولى مهـمـاتهـم ويـعـمـلـون عـنده بأمره و كل ذلك على وجه الإطلاق و التـفـويض لكن بلا تصريح بلفظ المفاوضة و لا بيان جميع مقتضياتها مـع كـون الشركة أغلبها أو كلها عروض لاتصح فيها شركة العقد و لاشك أن هـذا ليست شركة مفاوضة خلافا لما أفتى به فى زماننا من لا خبرة له بل هى شركة ملك .(شامى :٦/٤٧٧،٤٧٨)

باپ بیٹوں کا مشترکہ کاروبار:

مسئلہ: شریعت نے معاملات کی ستھرائی کے متعلق بڑی تاکید فرمائی ہے، بالخصوص تجارت وکاروبار میں تو اس کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے۔ آج کل لوگ جب کسی کے یہاں کام کی غرض سے جاتے ہیں تو مالک ان کی حیثیت (مزدور، شریک، اجیر) تو متعین کرتا ہے، لیکن بیٹا جو باپ کے ساتھ برسہا برس سے کام کرتا ہے اور اس کے ساتھ کاروبار میں شریک رہتا ہے اس کی حیثیت کو باپ چنداں اہمیت نہیں دیتا، نتیجتاً باپ کی موت کے بعد فساد اور جھگڑے رونما ہوتے ہیں۔ اس لیے کاروبار میں اگر باپ اور بیٹے کی حیثیت ہی متعین کردی جائے تو سرے سے سارے جھگڑے ہی ختم ہو جائیں۔

اس نوع کے مختلف اور متعدد پیچیدہ مسائل علماء اور مفتیان کے سامنے آتے رہتے تھے اور متعدد حیثیتوں سے اس پر غور فکر کر کے مختلف عبارات سے استدلال کرتے ہوئے مفتیانِ کرام کی طرف سے جوابات دیے جاتے تھے، آخر کار اسلامک فقہ اکیڈمی کے انیسوے فقہی سیمینار منعقدہ ہانسوٹ، گجرات؛ بہ تاریخ

:۲۷ تا ۳۰ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ مطابق ۱۲ تا ۱۵ فروری ۲۰۱۰ء میں مذکورۃ الصدر مسئلہ اوراس نوع کے دیگر مسائل پر بحث وتمحیص کے بعد حکم شرعی کے طور پر درج ذیل تجاویز پیش کی گئیں:

(۱) اگر والد نے اپنا سرمایہ سے کاروبار شروع کیا، بعد میں اس کے لڑکوں میں سے بعض شریک کار ہوگئے، مگر الگ سے انہوں نے اپنا کوئی سرمایہ نہیں لگایا اور والد نے ایسے لڑکوں کی کوئی حیثیت متعین نہیں کی تو اگر وہ لڑکے باپ کی کفالت میں ہے تو اس صورت میں وہ لڑکے والد کے معاون شمار کیے جائیں گے، اور اگر باپ کے زیر کفالت نہیں ہے تو عرفا جو اجرتِ عمل ہوسکتی ہے وہ ان کو دی جائے۔

(۲) والد کے ساتھ بیٹوں نے بھی کاروبار میں سرمایہ لگایا ہو اور سب کا سرمایہ معلوم ہو کہ کس نے کتنا لگایا تو ایسے بیٹوں کی حیثیت باپ کے شریک کی ہوگی، اور سرمایہ کی مقدار کے تناسب سے شرکت مانی جائے گی، سوائے اس کے کہ سرمایہ لگانے والے بیٹے کی نیت والد کے یا مشترکہ کاروبار کے تعاون کی ہو، شرکت کی نہیں۔

(۳) اگر کاروبار کسی لڑکے نے اپنے ہی سرمایہ سے شروع کیا ہو؛ لیکن بطور احترام دکان پر والد کو بٹھایا ہو یا اپنے والد کے نام پر دکان کا نام رکھا ہو تو اس صورت میں کاروبار کا مالک لڑکا ہوگا، والد کو دکان پر بٹھانے یا ان کے نام پر دکان کا نام رکھنے سے کاروبار میں والد کی ملکیت اور شرکت ثابت نہ ہوگی۔

(۴) باپ کی موجودگی میں اگر بیٹوں نے اپنے طور پر مختلف ذرائع کسب اختیار کیے اور اپنی کمائی کا ایک حصہ والد کے حوالے کرتے رہے تو اس صورت میں

باپ کوادا کردہ سرمایہ باپ کی ملکیت شمار کی جائے گی۔

(۵) اگر کسی وجہ سے والد کا کاروبار ختم ہوگیا لیکن کاروبار کی جگہ ابھی باقی ہو خواہ وہ جگہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر حاصل کی گئی ہواور اولاد میں سے کسی نے اپنا سرمایہ لگا کر اسی جگہ اور اسی نام سے دوبارہ کاروبار شروع کیا تو اس صورت میں جس نے سرمایہ لگا کر کاروبار شروع کیا، کاروبار اس کی ملکیت ہوگی، والد کی ملکیت نہ ہوگی، لیکن وہ جگہ (خواہ مملوکہ ہو یا کرایہ پر لی گئی ہو) دوبارہ کاروبار شروع کرنے والے کی نہیں، بلکہ اس کے والد کی ہوگی، اور والد کی وفات کی صورت میں اس میں تمام ورثاء کا حق ہوگا اور اسی طرح کاروبار کا گڈول بھی باپ کا حق ہے، اور اسکی وفات کے بعد تمام ورثاء کا حق ہوگا۔

ادارۃ المباحث الفقھیہ کی تجاویز:

مقالہ نگار حضرات نے اپنے مقالوں میں فقہاء کی جن عبارات اور فقہ کے جن اصول وضوابط سے استدلال کیا ہے وہ اکیڈمی کی طرف سے شائع شدہ مجموعہ مقالات بہ نام ''کاروبار میں اولاد کی شرکت'' میں مذکور ہیں۔فلیراجع۔

ایسے کچھ سوالات ادارۃ المباحث الفقھیہ (جمعیۃ علماء ہند) کے بارہویں سمینار کا موضوع تھے، مذکورہ سمینار منعقدہ: بانڈی پورہ کشمیر، مؤرخہ: ۴ تا ۶، مئی، ۲۰۱۶ میں جو حکم شرعی کے طور پر جو تجاویز منظور ہوئیں وہ بھی یہاں پیش کی جاتی ہیں:

(۱) اگر باپ نے اپنے سرمایہ سے کوئی کاروبار شروع کیا پھر مثلاً کوئی بیٹا اس کے کاروبار میں سرمایہ اور معاہدہ کے بغیر شامل ہوگیا ہو جب کہ وہ باپ کی مکمل ماتحتی اور کفالت میں ہو تو ایسی صورت میں اس بیٹے کی حیثیت شرعاً باپ کے حق

میں معاون کی ہوگی۔ لہٰذا باپ کے انتقال کے بعد کاروبار اور اس کا نفع باپ کے ترکہ میں شمار ہوگا۔

(۲) اگر اولاد کاروبار میں معاہدے کے بغیر باپ کی ماتحتی میں رہتے ہوئے اپنا کچھ سرمایہ بھی لگایا ہو اور اس کا سرمایہ لگانا عرف میں تبرع سمجھا جاتا ہو تو بیٹے کا سرمایہ لگانا تعاون سمجھا جائے گا اور ملکیت باپ کی ہوگی اور اگر کہیں اس طرح سرمایہ لگانے کو عرف میں شرکت پر محمول کیا جاتا ہو تو شرعاً اسی کا اعتبار ہوگا اور وہ بقدرِ سرمایہ شریک قرار پائے گا۔

(۳) اگر باپ نے بیٹوں کو کاروبار شروع کرنے کے لیے سرمایہ دیا اور یہ طے کر دیا کہ سارے بیٹے کاروبار کی ملکیت و نفع میں باپ سمیت برابر کے شریک ہوں گے، تو اب سب شرکاء نفع اور ملکیت میں برابر کے حصہ دار ہوں گے، بیٹوں کے عمل اور محنت میں فرق کی وجہ سے نفع میں کوئی فرق نہیں ہوگا، باپ بھی نفع میں برابر کا شریک ہوگا خواہ وہ عمل میں بالکل شامل نہ ہوں۔

(۴) اگر باپ نے بیٹوں کو سرمایہ لگائے بغیر فیصد کے حساب سے اپنے کاروبار میں شریک بنالیا اور بیٹوں کو ان کے حصوں میں مالکانہ تصرف کا اختیار بھی دے دیا تو شرعا اس کو ہبہ قرار دیا جائے گا، لہٰذا جتنے فیصد میں جس بیٹے کو شریک کیا وہ اسی تناسب سے کاروبار کی ملکیت اور منافع کا حقدار ہوگا۔

(۵) اگر بیٹوں نے اپنے سرمایہ سے کاروبار شروع کیا اور احتراما یا مصلحۃً والد کا نام ڈال دیا اور والد کو تصرف کا اختیار نہیں دیا تو محض اس نام ڈالنے کی وجہ

سے اس کاروبار پر شرعا باپ کی ملکیت نہیں مانی جائے گی، بلکہ کاروبار میں سرمایہ لگانے والے بیٹے ہی اپنے سرمایہ کے بقدر کاروبار میں مالک ہوں گے۔

(٦) اگر باپ کے سرمایہ سے کاروبار کرنے والے بیٹے اپنی کل آمدنی باپ کے پاس لاکر جمع کرتے رہتے ہوں اور پھر باپ حسبِ ضرورت اس آمدنی میں سے بیٹوں کو عطا کرتا ہے تو اس صورت میں یہ سارا کاروبار والد کی ملکیت قرار پائے گا اور یہ سمجھا جائے گا کہ باپ اصل مالک ہے اور بیٹے اس کے معاون ہیں۔

(٧) اگر باپ نے اپنے سرمایہ سے بیٹے کے لیے کوئی کاروبار شروع کرادیا اور کاروبار کرنے والا بیٹا اس کی آمدنی اپنے اختیار سے خود خرچ کرتا ہے اور باپ اس میں کوئی دخل نہیں دیتا تو ایسی صورت میں جو بیٹا جو کاروبار کر رہا ہے وہی اس کا مالک ہے، اور باپ کے انتقال کے بعد اس کاروبار کی ملکیت اور نفع میں دیگر ورثہ حق دار نہ ہوں گے۔

(٨) تقسیم ترکہ سے پہلے اگر سب وارثین کی رضامندی سے باپ کے پرانے کاروبار کو آگے بڑھایا گیا تو اس میں جو بھی نفع حاصل ہوگا وہ سب ترکہ میں شامل ہو کر تمام وارثین کو ملے گا خواہ وہ وارثین محنت میں شریک ہوں یا نہ ہوں۔

(٩) تقسیم ترکہ سے پہلے کسی وارث کو متروکہ مال میں کسی طرح کے تصرف کا شرعا حق نہیں ہے، اور دیگر ورثاء کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا خیانت یا غصب ہے البتہ اگر کوئی وارث تقسیم ترکہ سے قبل مورث کی متروکہ رقم لے کر اپنا کوئی کاروبار شروع کردے تو اس رقم سے ہونے والے کاروبار کی تین شکلیں ہیں:

(١) اگر اس نے دیگر بالغ ورثا کی اجازت سے ان کے حصہ کے بقدر رقم

بطور قرض حاصل کی تو دیگر ورثا اس کاروبار کے نفع ونقصان میں شریک نہ ہوں گے بلکہ صرف اپنی اصل رقم کے حق دار ہوں گے، اور سارا نفع کاروبار کرنے والے کا ہوگا اور نابالغ ورثاء کی اجازت کا کوئی اعتبار نہیں۔

(۲) اگر دیگر ورثاء نے کاروبار کرنے والوں کو عقدِ شرکت کے طور پر تصرف کرنے کی اجازت دی ہو تو یہ سب لوگ اس تجارت کے نفع ونقصان میں شریک رہیں گے اور نفع کی تقسیم ملکیت کے تناسب سے ہوگی۔

(۳) اگر کسی وارث نے بلا اجازت ورثا ازخود اس مال سے تجارت شروع کردی تو یہ تصرف ناجائز ہوگا اور خسارے کا وہ خود ذمہ دار ہوگا، البتہ حاصل شدہ نفع سب ورثا کو حسبِ حصص شرعیہ دیا جائے گا۔

(تجاویز، بابت باپ بیٹوں کے مشترکہ کاروبار کی چند اہم صورتیں)

نوٹ: یہ بات ذہن نشین رہے کہ اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا اور ادارۃ المباحث الفقہیہ کی مذکورہ بالا تجاویز میں کچھ تجاویز مشترک اور ہم معنی ہیں، کچھ میں دونوں منفرد ہیں اور کچھ میں جزوی اختلاف بھی ہے۔

کتاب الاضحیۃ

بالغ اولاد کی طرف سے باپ کی قربانی:

اگر باپ بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا چاہے تو بالغ اولاد کی اجازت کے بغیر قربانی درست نہیں ہوگی، ہاں اگر یہ معاملہ عادت کی شکل اختیار کرگیا، مثلاً باپ ہر سال بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کر دیتا ہے اور بیٹے کی طرف سے اس

کی اجازت بھی ہوتی ہے تو المعروف کالمشروط کے تحت بلا اجازت بھی بالغ اولاد کی طرف سے قربانی کو درست مانا جائے گا۔

ولو ضحى عن أولاده الكبار و زوجته لايجوز إلا بإذنهم وعن الثانی أنه يجوز استحسانا بلا إذنهم قال فی الذخيرة ولعله ذهب إلى أن العادة إذا جرت من الأب فی كل سنة صار كالإذن منهم. (شامی : ۴۵۷/۹)

کیا نابالغ بیٹے کی طرف سے قربانی واجب ہے ؟

مسئلہ: شرائط قربانی کے پائے جانے کی وجہ سے انسان پر اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے، البتہ اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے باپ کے ذمہ قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اس بابت صاحب ہدایہؒ وجوب کے قائل ہے جیسا کہ صاحب ہدایہؒ فرماتے ہیں:

الأضحيةواجبة على كل حر،مسلم ،مقيم ، موسر فی يوم الأضحى عن نفسه وعن ولده الصغار.

(هدايه مكتبة البشرى:۱۵۴/۷)

البتہ صحیح قول کے بہ موجب نابالغ اولاد کی طرف سے باپ پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے، جیسا کہ علامہ ابن عابدینؒ اس بابت فیصلہ کن تحریر نقل کرتے ہیں:

(ويضحى عن ولده الصغير من ماله) صححه فی الهداية (وقيل لا) صححه فی الكافی ،قال : وليس للأب أن يفعله من مال طفله ورجحه ابن الشحنة . قلت : وهو المعتمد لما فی متن مواهب

الرحمن من أنه أصح ما يفتى به .

وقال العلامة ابن عابدينؒ:قوله وهو المعتمد واختاره في الملتقى حيث قدمه وعبر عن الأول بقيل ورجحه الطرطوسي بأن القواعد تشهد له ولأنه عبادة وليس القول بوجوبها أولى من القول بوجوب الزكوة في ماله.

(شامی : ۹/۴۵۸،۴۵۹،احسن الفتاوی: ۷/۴۹۸)

نابالغ اولاد کی طرف سے باپ کا اپنے مال سے قربانی کرنا۔

مسئلہ: وجوب قربانی کے لئے شرط یہ ہے کہ آدمی آزاد ہو مسلمان ہو، مقیم ہو اور مالدار ہو، جب کسی شخص میں یہ شرائط مجتمع ہو جائے تو اس پر بحکم شرع قربانی کرنا اپنی طرف سے واجب ہے، البتہ اگر یہ تمام صفات نابالغ میں جمع ہو جائے تو باپ پر اپنی نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی کرنا واجب نہیں ہے، البتہ اپنے مال سے قربانی کردے تو مستحب ہے۔

وإذا كان الرجل غنيا وله أولاد صغار وليس للأولاد مال فليس عليه أن يضحى عن أولاده في ظاهر الرواية..... والفتوى على ظاهر الرواية ويستحب عن أولاده الصغار۔

(التاتارخانية:۱۷/۴۰۷،شامی: ۹/۴۵۷)

باپ نے نابالغ کے مال سے قربانی کردی تو؟

مسئلہ: اصح قول کے مطابق باپ پر نابالغ اولاد کی طرف سے قربانی واجب نہیں ہے، نہ باپ کے مال سے نہ بیٹے کے مال سے، بایں ہمہ باپ نے اگر بچہ

کے مال سے قربانی کردی تو قربانی ہوجائے گی اور باپ اس کا ضامن نہیں ہوگا، بہ شرطیکہ اتلاف کی نیت نہ ہو۔

وفی الکافی الأصح أنه لایجب ذلك ولیس للأب أن یفعله من ماله أی من مال الصغیر فإن فعل الأب لایضمن فی قول أبی حنیفة وأبی یوسف رحمهما الله وعلیه الفتوی۔(زیلعی:٤٧٥/٦،أحسن الفتاوی:٤٩٨/٧)

میت کا قبل الوفات قربانی کی وصیت کرنا:

مسئلہ: قربانی زندوں کی طرف سے بھی کی جاتی ہے اور مردوں کی طرف سے بھی کی جاسکتی ہے، جس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) اگر میت نے قبل الموت قربانی کرنے کا حکم دیا تھا تو اس کی طرف سے اس کا بیٹا یا اس کا کوئی وارث قربانی کرسکتا ہے، البتہ قربانی کا گوشت وارث نہ کھائے بلکہ صدقہ کردے۔

ثواب کی نیت سے باپ کی طرف سے قربانی کرنا:

مسئلہ: (۲) اور اگر قبل الموت قربانی کا حکم نہیں دیا لیکن لڑکا اپنے باپ کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو ثواب کی نیت سے قربانی کرنا درست ہے، نیز بیٹے یا ورثاء کے لئے قربانی کا گوشت کھانا بھی درست ہے۔

من ضحی عن المیت کما یصنع فی أضحیة نفسه من التصدق والأکل والأجر للمیت والملك للذابح قال الصدر والمختار أنه إن

كان بأمر الميت لا يأكل منها وإلا يأكل .

(شامي:٤٧٢/٩ ،التاتارخانية:٤٤٥/١٧)

ضحى عن أبويه يجوز له التناول منه عند عامة مشائخ بلخ .

(التاتارخانية:٤٤٥/١٧)

باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک اولاد پر قربانی۔

مسئلہ: ایک باپ کے کئی لڑکے باپ کے ساتھ کاروبار میں شریک ہے، ضرورت پڑنے پر تمام اخراجات باپ ہی اٹھاتا ہے، اور بیٹوں کو بہ قدر ضرورت وقتاً فوقتاً پیسے بھی دیتا رہتا ہے، اس کاروبار کا اصل ذمہ دار باپ ہی ہے تو لڑکے اگر چہ کاروبار میں شریک ہیں؛ لیکن یہ معاون اور مددگار ہیں، لہٰذا جب تک ان کے پاس اپنی ذاتی ملکیت اس قدر نہ ہو جو وجوب قربانی کا سبب بنے اس وقت تک ان لڑکوں پر قربانی واجب نہیں ہے اور قربانی باپ ہی پر واجب ہوگی، بہ شرطیکہ باپ کے پاس بھی بہ قدر نصاب مال ہوں۔ (کتاب النوازل:۴۹۳/۱۴)

الأب وابنه يكتسبان في صنعة واحدة ولم يكن لهما شئ فالكسب كله للاب إن كان الابن في عياله لكونه معينا له.

(شامي : ٥٠٢/٦)

قربانی کے جانور میں باپ کا اپنے نابالغ بچہ کو شریک کرنا:

مسئلہ: قربانی کے لئے بڑے جانور میں سات لوگ شریک ہو سکتے ہیں، خواہ شرکاء بالغ ہو یا چند بالغ یا چند نابالغ ہوں؛ اس کی وجہ سے قربانی پر کوئی فرق نہیں پڑتا، مثلا باپ نے بڑے جانور میں اپنے نابالغ لڑکے کا حصہ بھی رکھا تو اس سے

بلغاء کی قربانی پر کوئی فرق نہیں پڑتا ہے، اور سب کی قربانی درست ہے۔

ولو ضحى بعض الشركاء عن ميت أو عن أم ولده الميتة أو الحية أو عن مملوكه أو عن ولده الصغار جاز.

(التاتارخانية-۱۷/۴۵۰)

قربانی میں حصہ متعین کرنے کے بعد باپ کا انتقال:

مسئلہ: سات لوگوں نے ایک گائے میں شرکت کی پھر ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہوگیا، ورثاء نے قربانی کی اجازت دے دی تو قیاس کا تقاضہ یہ ہے کہ یہ قربانی درست نہ ہوں، اور استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ قربانی درست ہو، اس مسئلہ کی کل دو صورتیں ہیں: (۱) یا تو میت کی لڑکے یا ورثاء نے باقی شرکاء کو صراحۃً قربانی کی اجازت دی ہوگی۔ (۲) یا تو کچھ بھی نہ کہا ہوگا (یعنی ورثاء)

امام محمدؒ دونوں صورتوں میں جواز کے قائل ہے، البتہ پہلی صورت میں ورثاء کوئی خیار حاصل نہ ہوگا اور وہ قربانی میت کی طرف سے ہی ہوگی، اور دوسری صورت میں خیار ہوگا کہ ورثاء چاہے تو اس قربانی کو میت طرف سے قرار دیں اور چاہیں تو قربانی کرنے والوں سے ضمان وصول کریں۔

امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں: کہ دونوں صورتوں میں اگر میت نے اپنے اوپر قربانی کو واجب کیا تھا تو اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہوگا، اجازت کی ضرورت نہیں اور خواہ ورثاء چاہے یا انکار کردے، البتہ فتوی امام محمدؒ کے قول پر ہے

وإن مات أحد السبعة المشتركين في البدنة وقال الورثة اذبحوا عنه وعنكم صح عن الكل استحسانا لقصد القربة من الكل ولو

ذبحها بلا إذن الورثة لم يجزهم لأن بعضها لم يقع قربة.

(رد المحتار مع الشامی: ۹/ ۴۷۱، التاتار خانية:۱۷/ ۴۵۴)

قال فی الأصل سبعة اشتركوا فی بقرة أو بدنة ثم مات بعضهم قبل أن ينحروا فقال ورثته انحروها عنكم وعن فلان الميت هل يجزيهم؟ القياس أن لا يجزيهم وفی الاستحسان يجزيهم وعلى هذا القياس والاستحسان أحد الشركاء إذا كان يضحی عن ولده الصغير أو عن أم ولده وذكر الزعفرانی هذه المسئلة فی أضاحيه، وجعلها على وجهين إما إن قالت الورثة لباقی الشركاء ضحوا بها عن الميت وعن أنفسكم أو لم يقولوا شيئا وفی الوجهين جميعا يجوز عند محمدؒ إلا أن فی الوجه الأول لا خيار للورثة وفی الوجه الثانی لهم الخيار إن شاءوا أجازوا نصيبهم عن الميت وإن شاءوا ضمنوهم ويجوز عنهم فی الوجهين. (التاتارخانية: ۱۷/ ۴۵۴)

وعند أبی يوسفؒ إن كان الميت أوجب على نفسه فقد وجب شاءت الورثة أو أبت.

عقیقہ

عقیقہ کا حکم:

مسئلہ: فقہ حنفی کی بعض کتب مثلاً شامی وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ ذبحِ جاہلیت تھا جو منسوخ ہو گیا اور اب زیادہ سے زیادہ وہ مباح ہے، مگر دیگر احناف کے نزدیک عقیقہ سنت ہے یا مستحب ہے۔ ہمارے اکابرین کے فتاوی بھی اسی

اعتبار سے ہیں۔علامہ ظفر احمد تھانوی نوراللہ مرقدہ اعلاء السنن میں فرماتے ہیں:

وإنما أخذ أصحابنا الحنفية فی ذالك بقول الجمهور و قالوا باستحباب العقيقة. (اعلاء السنن:١١٤/١٧، كتاب النوازل: ٦٧٥/١٤)

بچہ کی پیدائش پر کیا کیا جائے؟

مسئلہ: عقیقہ اسلامی شعار ہے، بچہ پیدا ہونے کی خوشی اور آفات وبلیات سے حفاظت کی غرض سے ساتویں دن اگر لڑکا ہوتو دو بکرے اور لڑکی ہوتو ایک بکرا ذبح کیا جائے، اور سر کے بال منڈوا کر ہم وزن چاندی غریبوں کو صدقہ کی جائے، ترمذی شریف کی حدیث ہے:

عن سمرة قال: قال رسول الله ﷺ: الغلام مرتهن بعقيقته يذبح عنه يوم السابع ويسمى ويحلق رأسه. (ترمذی:٢٧٨/١،مالابد منه:١٧١)

عقیقہ کا جانور ذبح کرنے کی دعا۔

مسئلہ: بچہ کا باپ بچہ کی طرف سے جب جانور ذبح کرے تو اس دعا پڑھے:

أللهم هذه عقيقة ابنی (یہاں لڑکے کا نام لے) دمها بدمه ولحمها بلحمه وعظمها بعظمه وجلدها بجلده وشعرها بشعره أللهم اجعلها فداءً لابنی من النار.

اور عقیقہ اگر لڑکی کا ہوتو یوں دعا پڑھے:

أللهم هذه عقيقة بنتی (یہاں لڑکی کا نام لے) دمها بدمها ولحمها بلحمها وعظمها بعظمها وجلدها بجلدها وشعرها بشعرها أللهم

اجعلھافداءً لبنتی من النار۔

مسئلہ: اور ذبح کرنے والا بچہ کا باپ نہ ہو تو ابنی اور ابنتی کی جگہ بچہ اور اسکے باپ کا نام لے پھر یہ دعا پڑھے:

إنی وجهت وجهی للذی فطرالسموات والارض حنیفاً وما أنا من المشركین لاشریك له وبذلك أمرت وأنا أول المسلمین .

اس کے بعد یوں کہے:

أللهم منك ولك پھر بسم الله الله أكبر کہہ کر ذبح کردے۔

(مالابدمنہ:۱۷۴)

عقیقہ کا گوشت ماں باپ اور دیگر رشتہ دار بھی کھا سکتے ہیں۔

مسئلہ: عقیقہ کا گوشت بچہ اور ماں، باپ اور ان کے علاوہ دیگر رشتہ دار اور لوگ بھی کھا سکتے ہیں۔ **(مالابدمنہ:۱۷۳)**

باپ نے بچہ کے مال سے عقیقہ کردیا تو؟

مسئلہ: ہر وہ شخص جس کے ذمہ مولود کا نفقہ ہو وہ اس کی طرف سے عقیقہ کرے گا، اگر اپنے بچہ کے مال سے باپ نے عقیقہ کیا تو ضامن ہوگا۔ اگر باپ محتاج ہو اور عقیقہ کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو اگر ماں کے پاس مال ہے تو وہ اپنے بچہ کی طرف سے عقیقہ کرے۔ **(مالابدمنہ:۱۷۲)**

دیگر رشتہ داروں کا عقیقہ کرنا اور باپ کا حق اعتراض۔

مسئلہ: بچہ کا عقیقہ کرنے کا اصل حق باپ ہی کو ہے، لہٰذا اگر باپ کے علاوہ

بچہ کا کوئی اور رشتہ دار بچہ کی طرف سے باپ کی اجازت کے بغیر عقیقہ کرے تو باپ کو اپنی اولاد کی طرف سے دوبارہ عقیقہ کرنے کا حق حاصل ہے، اور یہ ممنوع بھی نہیں ہے۔

من أحب أن ينسك عن ولده فليفعل. (اعلاء السنن:۱۷:٤ ۱ ۱)

يستحب لمن لم ولد أن يسميه يوم أسبوعه ويحلق رأسه ويتصدق عندالأئمة الثلاثة بزنةشعره فضة او ذهبا۔

(شامی:۹/۵ ۸ ٤، کتاب النوازل:٤ ۱/ ٤ ۹ ٦)

دیگر رشتہ دار کا عقیقہ کرنا اور باپ کا اس پر رضا مند رہنا۔

مسئلہ: اور اگر دیگر رشتہ دار میں سے کسی نے عقیقہ کر دیا اور باپ نے اس پر رضا مندی بھی ظاہر کی تو یہ عقیقہ بہر حال درست ہو گیا، دوبارہ باپ کو اپنی جیب سے روپیہ لگا کر عقیقہ کرنے کی ضرورت نہیں۔

ومنهاأنه تجرى فيها النيابة فيجوز للإنسان أن يضحى بنفسه أو بغيره بإذنه لأنها قربة تتعلق بالمال فتجرى فيه النيابة.

(الفتاوى الهندية:٥/ ٤ ۹ ۲)

احکام الوالد

حصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کتاب النکاح

شریعت نے والدین پر اولاد سے متعلق کئی ایک ذمہ داریاں عائد کی ہیں انہی میں سے ایک بلوغت کے بعد اولاد کی جلد از جلد نکاح کروانے کی ذمہ داری ہے اور اس میں کوتاہی کرنے پر حدیث میں وعید بھی وارد ہوئی ہے۔

عن ابن عباس رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ مَن وُلِد له وَلَدٌ فَلْيُحسِنُ اسمَه و اَدّبُهُ فإذا بَلَغَ فَلْيُزَوِّجهُ فإنْ بَلَغَ وَلَمْ يُزَوِّجهُ فأصَابَ إثْمًا فإنّمَا إثْمُهُ عَلىٰ أبِيه. (مشكاة: ٢٧١)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے یہاں لڑکا پیدا ہو تو وہ اس کا اچھا نام رکھے اور اس کو آداب سکھائے یعنی آداب و احکام شریعت اور معیشت کے ایسے اسباب کی تعلیم دلائے جو دنیا و آخرت میں مفید ہوں؛ پھر جب وہ بالغ ہو جائے تو وہ اس کا نکاح کروادے۔ اگر لڑکا بالغ ہوا اور والد نے اس کا نکاح نہ کیا حالاں کہ وہ اس کا نکاح کرواسکتا تھا پھر لڑکے سے کوئی گناہ یعنی زنا وغیرہ صادر ہوا یا زنا کے مقدمات پیش آئے تو اس کا گناہ اس لڑکے کے والد پر ہوگا۔ (مظاہر حق)

عَنْ عُمرَ بنِ الخَطّابِ رضی الله عنه عن رسو ل الله ﷺ قال : فی التَّورَاةِ مَكتُوبٌ مَنْ بَلَغَتْ ابْنَتُهُ ثِنْتَیْ عَشرَةَ سَنَةً وَ لَمْ يُزَوِّجها فأصابت إثْمًا فإثمُ ذلك عليه. (مشكاة : ٢٧١)

ترجمہ: حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تورات میں لکھا ہے جس شخص کی بیٹی بارہ سال کو پہنچ جائے اور وہ کفو پانے کے باوجود نکاح نہ کرائے پھر وہ لڑکی کسی گناہ کا ارتکاب کرے تو اس کا گناہ اس کے والد پر ہوگا۔ (مظاہر حق)

حدیث مذکور کے پیش نظر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اولاد کے نکاح کرانے کی ذمہ داری کی تکلیفی حیثیت کیا ہے یعنی کیا یہ باپ پر واجب ہے؟ جس کو ادا نہ کرنے کی صورت میں باپ گناہ گار بھی سمجھا جائے؟

شراح حدیث اور فقہاء کے کلام کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حدیث مذکور میں جو حکم ہے وہ احتیاطی اور تہدیدی ہے وجوبی نہیں۔ (مظاہر حق ۶۸/۴)

ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکاۃ میں فرماتے ہیں:

جزاء إثمه عليه لتقصيره وهو محمول على الزجر والتهديد للمبالغة و التأكيد. (مرقاة المفتاتيح ۲۰۹/۶)

فتاوی محمودیہ میں ہے:

مسئلہ: اگر اولاد بالغ ہے تو اس کا نکاح کرانا باپ کے ذمہ ضروری نہیں ہے، شرعاً نکاح کی ذمہ داری خود بالغ اولاد ہی پر ہے، اور اگر اولاد نابالغ ہے تو اس کا نکاح بھی شرعاً ضروری نہیں ہے، اس لئے اولاد خواہ بالغ ہو یا نابالغ ان کا نکاح کرانا حوائج اصلیہ میں داخل نہیں ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ۳۴۳/۹)

ولایتِ نکاح:

اس مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اگر باپ اپنی مرضی سے اولاد (بیٹا یا بیٹی) کی

مرضی کے خلاف یا ان سے اجازت لئے بغیر نکاح کرادے تو کیا یہ نکاح اولاد پر لازم سمجھا جائے یا نہیں؟

اس مسئلہ کو اصطلاح فقہ میں 'ولایت نکاح' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

ولایت نکاح کی دو قسمیں ہیں (۱) ولایت اجبار (۲) ولایت استحباب۔

ثبوت ولات کی شرطیں

مسئلہ: ولایت نکاح کے حاصل ہونے کے لئے چند شرطیں ہیں (۱) عقل (۲) حریت (۳) اسلام۔

أما الذی یرجع إلی الولی فأنواع منها عقل الولی ۰۰۰۰ لا ولایة للمملوك علی أحد ۰۰۰۰ ولا ولایة للکافر علی المسلم ۰ (بدائع الصنائع : ۵۰۰/۲)

ألا تری أن الأب إذا کان عبدا لا ولایة له و کذا إذا کان کافرا و المولی علیه مسلم ۰ (بدائع الصنائع : ۵۰۳/۲)

والد کی ولایتِ نکاح کے چند مسائل:

مسئلہ (۱): باپ اپنے بالغ بیٹے کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہیں کرا سکتا

أن ولایة الحتم والایجاب لاتثبت علی العاقل البالغ .

(بدائع الصنائع :۵۰۴/۲)

مسئلہ (۲): باپ اپنے نابالغ بیٹے کا نکاح اس کی اجازت ورضا مندی کے بغیر کرا سکتا ہے۔

أما ولایة الحتم والإیجاب والاستبداد فشرط ثبوتها علی أصل

أصحابنا کو ن المولی علیه صغیرا . (بدائع الصنائع : ۲/ ۵۰۴)

مسئلہ (۳): صغیرہ کا نکاح باپ اس کی اجازت ورضا مندی کے بغیر کرا سکتا ہے چاہے وہ باکرہ ہو یا ثیبہ۔

أن ولایة الإیجاب تثبت علی الصغیرة سواء کانت الصغیرة بکرا أو ثیبا. (بدائع الصنائع : ۲/ ۵۰۴)

مسئلہ (۴): بالغہ کا نکاح باپ اس کی رضا مندی کے بغیر نہیں کرا سکتا چاہے وہ باکرہ یا ثیبہ۔

لاتثبت هذه الولایة علی البالغ العاقل أو البالغة العاقلة .

(بدائع الصنائع ۲/ ۵۰۴)

لا تجبر البکرالبالغة علی النکاح . (رد المحتار : ۴/ ۱۵۹)

أن الثیب البالغة لاتزوج إلا برضاها فکذا البکر البالغة .

(بدائع الصنائع : ۲/ ۵۰۵)

مسئلہ (۵): نابالغ اولاد کے نکاح کا حق باپ کو ہے لہٰذا باپ کی موجودگی میں اگر دادا نکاح کرائے تا وہ باپ کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

(فتاوی محمودیہ :۱۲/۴۷۳)

الوالی فی النکاح العصبة بنفسه بلا توسط أنثی علی ترتیب الإرث و الحجب . (رد المحتار:۴/ ۱۹۱)

فلو زوج الأبعد حال قیام الأقرب توقف علی إجازته (رد المحتار:۴/ ۱۹۹)

مسئلہ (۶): لیکن اگر باپ صغیرہ کے نکاح کا اختیار دادا کو دیدے تو اسے یہ

حق ہے۔ (فتاوی محمودیہ :۱۲/۴/۴۷)

یصح التوکیل بالنکاح و ان لم یحضره الشهود (الفتاوی الهندیة ١/٤٩٢)

مسئلہ(۷):اگرایک ہی درجہ کے دوولی ہواوردونوں نےصغیرہ کا نکاح کر دیاتوان میں جس نے پہلے کیاہواس کا نکاح درست ہوجائے گا؛البتہ اگر پتہ نہ ہو کہ کس نے پہلے کیاہےتو دونوں نکاح باطل شمارہوں گے۔

و لو زوجها ولیان مستویان قدم السابق فإن لم یدر أو وقعا معا بطلا.

(رد المحتار:٤/١٩١)

مسئلہ(۸): باکرہ بالغہ کے باپ نے اس کی اجازت سے نکاح کیااوراس نے خوداپنا نکاح دوسری جگہ کر دیاتو ان دونوں میں سے جو یہ کہے کہ میں نے پہلے نکاح کیااس کی بات مانی جائے گی،اوراگرکسی کوعلم نہ ہو یاکسی اورطریقے سے بھی کسی ایک نکاح کی تقدیم معلوم نہ ہو سکےتو دونوں نکاح درست نہ ہوں گے۔

و لو زوجها أبوها و هی بکر بالغة بأمرها و زوجت هی نفسها من آخر فأیهما قالت هو الأول فالقول لها-----و إن قالت لا أدری الأول ولا یعلم من غیرها فرق بینهما. (رد المحتار:٤/١٩٩)

باپ اگرغائب ہوتو دادا کا نکاح:

مسئلہ: باپ اگراتنی دور ہو کےاس کےاس کے آنے کا یا مشورہ کا اگر انتظار کیا جائے تو مناسب کفوفوت ہوجائے اس صورت میں اگر دادا نکاح کرادےتو یہ نکاح درست سمجھا جائے گا۔

و للولی الأبعد التزویج بغیبة الأقرب مسافة القصر و اختارفی الملتقی ما لم ینتظر الکفء الخاطب جوابه و اعتمده الباقانی و نقل ابن الکمال أن علیه الفتوی ۰ (رد المحتار : ۱۹۹/٤)

مسئلہ: باپ کے واپس لوٹ آنے سے نکاح علی حالہ باقی رہے گا۔

و لا یبطل تزوجه السابق بعود الأقرب لحصوله بولایة تامة ۰ (رد المحتار : ۲۰۲/٤)

باپ اورلڑکی میں بلوغت کا اختلاف

مسئلہ: مراہقہ لڑکی کے والد نے اس گمان میں کہ وہ نابالغ ہے اس کا نکاح کردیا اور لڑکی کو جیسے ہی اطلاع پہنچی اس نے انکار کردیا اور کہا کہ میں بالغ ہوں لہٰذا نکاح درست نہیں ہوا۔ مگر باپ کا اصرار ہے وہ صغیرہ ہی ہے، تو عمر دیکھی جائے گی، اگر لڑکی کی عمر نو سال ہونا کسی طریقے سے ثابت ہو جائے تو اس دعوائے بلوغ میں لڑکی کی بات کا اعتبار ہوگا۔ اور اگر دونوں فریق بینہ پیش کر دے تو بلوغت کے بینہ راجح ہوگا۔

کما لو زوجها ابوها مثلا زاعماعدم بلوغهافقالت انا بالغة والنکاح لم یصح وهی مراهقه وقال الاب بل هی صغیرة فان القول لها إن ثبت أن سنها تسع ... .. ولوبرهنا فبینة البلوغ اولی علی الاصح.

قال الشامیؒ : ان ثبت ان سنها تسع تفسیر للمراهقة کمایدل علیه کلام المنح(ردالمحتار : ۱٦۹/٤)

باپ کے نکاح کروانے کے بعد، قبل الاذن بالغ کا انتقال:

مسئلہ: کسی شخص نے اپنے بالغ لڑکے کا نکاح کروایا اور پھر لڑکے کا انتقال ہوگیا، باپ کہتا ہے کہ لڑکے کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر ہوا تھا اور وہ اجازت دینے سے پہلے مرگیا، لہٰذا نکاح درست نہیں ہوا اور لڑکی کہتی ہے کہ اجازت دینے کے بعد انتقال ہوا تو اگر عورت بینہ قائم کردے تو اس کی بات مانی جائے گی ورنہ باپ کی بات اس کی قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

أن الرجل لوزوج ابنه البالغ ومات الإبن فقال أبو الزوج كان النكاح بغير إذن الإبن ومات قبل الإجازة فقالت المرأة لابل أجاز ثم ماتفإن قياس مسئلة الكتاب أن القول قول الأب لأنهما اتفقا أن العقد وقع غير لازم فالمرأة تدعى اللزوم والأب ينكرحتى لو كانت المرأ ة قالت : كان النكاح باذن الابن، كان القول قولها، ذكرها فى الذخيرة وذكر أولا أن الصدرالشهيد القول قولها والبينة بينة الأب ثم قال وقياس مسئلة الكتاب أن القول قول الأب ثم قال وهكذا كتب فى المحيط فى أصل متفرقات أن القول قول الأب .(البحرالرائق :۹/۳)

صغیر اور صغیرکو بلوغ کے بعد فسخ نکاح کا خیار

مسئلہ: صغیر یا صغیرہ کو باپ یا دادا کا کیا ہوا نکاح بلوغت کے بعد فسخ کروانے کا اختیار نہیں؛ البتہ ان کے علاوہ کسی نے کیا ہو تو انہیں (صغیر، صغیرہ) کو خیار فسخ حاصل ہوگا۔

وللولی إنکاح الصغیر والصغیرہ جبرا ولزم النکاح .

قال الشامیؒ : لزم النکاح أی بلاتوقف علی إجازة أحد وبلا ثبوت خیار فی تزویج الأب والجد . (ردالمحتار:۱۶۹/۴)

و لھما أی لصغیر و صغیرة خیار الفسخ و لو بعد الدخول أو العلم بالنکاح بعدہ لقصور الشفقة. (ردالمحتار:۱۷۴/۴)

وصی کو صغیر صغیرہ کے نکاح کا اختیار نہیں

مسئلہ: باپ اگر کسی کو اپنے نابالغ بیٹے یا بیٹی کے نکاح کی وصیت کر کے گیا ہو تب بھی وہ شخص بحیثیت وصی کے ان کا نکاح نہیں کرواسکتا۔

ولیس للوصی من حیث ھو وصی أن یزوج الیتیم مطلق وأن أوصی إلیہ الأب بذلك علی المذھب .(ردالمحتار:۱۹۷/۴)

صغیر اور صغیرہ پر باپ کا اقرارِ نکاح:

مسئلہ: صغیر یا صغیرہ کا باپ اگر نکاح کا اقرار کرے تو یہ اقرار معتبر نہیں، جب تک وہ گواہ پیش نہ کر دے یا پھر وہ (صغیر، صغیرہ) خود بالغ ہونے کے بعد نکاح کا اقرار کر لے۔

ولو أقر ولی صغیر أوصغیرة أو أقر وکیل رجل أو امرأة أو مولی لعبد النکاح لم ینفذ لأنہ إقرار علی الغیر إلا أن یشھد الشھود علی النکاح أو یدرك الصغیر أو الصغیرة فیصدقہ أی الولی المقر . (ردالمحتار:۲۰۲/۴)

باپ کا غبن فاحش کے ساتھ اپنی اولاد کا نکاح کرانا

مسئلہ: باپ اگر اپنی لڑکی کا نکاح اس کے مہرِ مثل سے کم پر کرائے یا اپنے لڑکے کا نکاح کسی لڑکی سے اس کے مہرِ مثل سے زیادہ پر کروائے تو اگر چہ یہ کمی زیادتی غبن فاحش کے ساتھ ہو یعنی اس درجہ خسارہ کے ساتھ ہو جس کو لوگ برداشت نہ کرتے ہو تب بھی یہ نکاح لازم ہو جائے گا اور بلوغت کے بعد بچوں کو فسخِ نکاح کا اختیار حاصل نہیں ہو گا بشرطیکہ باپ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے یا اپنی اولاد کا نقصان کرنے کا عادی نہ ہو۔

وللولی إنكاح الصغير والصغيرة جبرا ولو ثيبا كمعتوه ومجنون شهرا ولزم النكاح ولو بغبن فاحش بنقص مهرها وزيادة مهره إن كان الولی أباً أو جدا لم يعرف منهما سوء الاخيار. (ردالمحتار ۱۷۰/٤)

ذكر فی نكاح الذخيرة إذا زوج الأب أو الجد الصغير إمرأة بأكثر من مهر مثلها أو زوج الصغيرة بأقل من مهر مثلها إن كان الزيادة والنقصان بحيث يتغابن الناس فيه يجوز بالإتفاق و كذلك الجواب فی غير الأب والجد من الأولياء وأما إذا كان الزيادة والنقصان فاحشا بحيث لايتغابن الناس فی مثله ففی الأب والجد قال أبو حنيفةؒ صح النكاح وصح الحط و الزيادة وقال أبو يوسفؒ و محمدؒ لا يجوز ولم يبينا فی الأصل أنه لا يجوز النكاح أو التسمية.

صاحبین کے نزدیک غبن فاحش اگر باپ دادا کی جانب سے ہو تو بھی درست نہیں، البتہ 'اصل' میں اس بات کی تصریح نہیں کہ غبن فاحش کی صورت میں

نکاح صحیح نہ ہوگا یا نکاح تو صحیح سمجھا جائے اور تسمیہ صحیح نہ ہو۔

مگر جامع الصغیر کے حوالے سے بعض حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ نکاح صحیح نہ ہوگا، یہ نکاح فاسد ہوگا۔

وذكر فى الجامع الصغير: واختلف المتأخرون على قولهما قال بعضهم النكاح جائز والحط والزيادة باطلان وقال بعضهم أصل النكاح فاسد وهو الصحيح وأجمعوا على أن غير الأب والجد لو زاد أو نقص بحيث لايتغابن الناس فيه أنه لايجوز النكاح حتى لو أجاز بعد البلوغ لا يعمل بإجازته“ (أحكام الصغار :۳۸)

إذا زوج الأب أو الجد الصغيرة من كفوء بدون مهرالمثل أو زوج ابنه الصغير امرأة بأكثر من مهر مثلها إن كان ذلك مما يتغابن الناس فى مثله يجوز بالإجماع وإن كان مما لايتغابن الناس فى مثله يجوز فى قول أبى حنيفة.(بدائع الصنائع:۵۱۱/۲)

اولاد کا اپنے والد کا نکاح کرانا

مسئلہ:احناف کے نزدیک صحیح قول کے مطابق اولاد پر اپنے والد کا نکاح کرانا ضروری نہیں ہے، ہاں اگر انہیں خدمت کی ضرورت ہو تو وہ خود ان کی خدمت کرے یا پھر کوئی خادم ان کے لئے متعین کردے۔

وعليه نفقة زوجة أبيه وأم ولده بل وتزويجه قال الشامى :بل وتزويجه ذكره فى الشرنبلالية أيضاعن الجوهرية وهو مخالف لما مر فى باب نكاح الرقيق وعزوناه إلى الزيلعى والدرر و شروح الهداية فيقدم على

ماهنا. (ردا لمحتار :٣٤٤/٥)

ولـذا يحل له عند الحاجة الطعام لا الوطئ ويجبر على نفقة أبيه لا على دفع جارية لتسريه . (٣٤٣/٤)

ذكـر الـخـصـاف أن نفقة خادم الأب لا تجب على الإبن إلا إذا كان محتاجا إليه .(تبيين الحقائق :٣٣٠/٣)

مہر کے مسائل

باپ کا مہر پر قبضہ کرنا

مسئلہ(۱): باپ کو صغیرہ کی مہر پر قبضہ کرنے کی ولایت حاصل ہے، یعنی اس کی اجازت کے بغیر بھی وہ اس کی مہر پر قبضہ کرسکتا ہے۔

ذكـرفـى الـفتـاوى الـصـغرى ليس لسائر الأولياء سوى الأب والجد ولاية قبـض مهـر الـصـغيـرة لأن هـذا تصرف فى مال الصغير وليس لغيرهما ولاية التصرف فى مال الصغير .(احكام الصغار :٥٧)

مسئلہ(۲): کبیرہ کی مہر پر بھی باپ اس کی اجازت کے بغیر قبضہ کرسکتا ہے، لیکن اگر وہ صراحۃً منع کردے تو پھر باپ کو حق نہیں ہوگا۔

لـلأب والـجد والقاضى قبض صداق البكرصغيرة كانت أو كبيرة إلا إذا نهته وهى بالغة صح النهى . (ردالمحتار :٣١٤/٤)

مسئلہ(۳): ثیبہ بالغہ کی مہر پر قبضہ کا حق صرف اسی کو ہے۔

والثيب البالغة حق القبض لها دون غيرها(ردالمحتار :٣١٤/٤)

مسئلہ(۴): اگر شوہر نے باپ کو مہر دے دی حال یہ کہ لڑکی نے اجازت نہیں دی تھی تو لڑکی کو اپنے شوہر سے مطالبے کا حق ہوگا۔

و ان كانت ابنته عاقلة و هي ثيب فالقبض اليها لا الى الاب و يبرأ الزوج بدفعه اليها و لا يبرأ بالدفع الى الاب ۰ (بدائع الصنائع : ٥٠٢/٢)

مسئلہ(۵): نابالغ کی بیوی کی مہر اسی کے ذمہ ہوگی البتہ اگر باپ ذمہ داری لے لیتا تو پھر بیوی اپنے خسر سے وصول کرے گی۔ (خزینۃ الفقہ ۱۷۲/۱)

ولايطالب الأب بمهر ابنه الصغير الفقير إذا زوجه امرأة إلا إذا ضمنه . (رد المحتار : ٢٨٧/٤)

مسئلہ: اگر لڑکا مالدار ہو تو باپ سے بچہ کے مال میں سے دینے کا مطالبہ کیا جائے گا اس کے مال میں سے نہیں۔

و لا يطالب الأب بمهر ابنه الصغير الفقير أما الغنى فيطالب أبوه بالدفع من مال ابنه لا من مال نفسه إذا زوجه امرأة ۰ (رد المحتار : ٢٨٧/٤)

متفرق مسائل

مسئلہ(۱): رخصتی کے وقت باپ نے لڑکی کو کچھ سامان دیا پھر بعد میں یہ دعوی کیا کہ میں نے عاریت کے طور پر دیا تھا اور لڑکی کہہ رہی ہے کہ مجھے مالک بنا دیا تھا تو عرف دیکھا جائے گا۔ اگر اس جگہ کا عرف یہ ہو کہ باپ شادی کے وقت

بچی کو جو سامان دیتا ہے، اس میں تملیک ہی ہوتی ہے تو اس صورت میں لڑکی کی بات اس کی قسم کے ساتھ مانی جائے گی اور اگر عاریۃً دینے کا عرف ہو تو باپ کی بات اس کی قسم کے ساتھ مانی جائے گی۔

جهز ابنته ثم ادعى أن ما دفعه لها عارية وقالت هو تمليك أو قال الزوج ذلك بعد موتها ميراث منه وقال الأب عارية إن القول للزوج و لها إذا كان العرف مستمراً أن الأب يدفع مثله جهازاً لاعاريةً "

(ردالمحتار:٤/٣٠٨)

مسئلہ(۲): بیٹی کو رخصتی کے وقت باپ کے سامان میں سے ماں نے کچھ دیا حال یہ کہ باپ موجود تھا اور اسے پتہ ہونے کے باوجود وہ خاموش رہا اور لڑکی بالغہ تھی تو اب باپ کو وہ مال واپس مانگنے کا حق نہیں۔

اسی طرح شادی کے موقع پر ماں نے اپنے شوہر کے مال میں سے خرچ کیا جس کا عرف ہو اور باپ خاموش رہے تو ماں ضامن نہیں ہوگی۔

ولو دفعت فى تجهيزها لابنتها أشياء من أمتعة الأب بحضرته وعلمه وكان ساكتا وزفت إلى الزوج فليس للأب أن يسترد ذلك من ابنته لجريان العرف به وكذا لو أنفقت الأم فى جهازها ماهو معتاد والأب ساكت لاتضمن الأم .

قال الشامیؒ: وزفت إلى الزوج قيد به لأن تمليك البالغة بالتسليم وهو إنما يتحقق عادة بالزفاف لأنه حينئذ يصير الجهاز بيدها .

(ردالحتار:٤/٣١٠)

باپ کا اپنی اولاد کا نکاح غیر کفو میں کرنا:

مسئلہ (۱): باپ اگر صغیرہ کا نکاح غیر کفو میں کرے تب بھی نکاح لازم ہوجائے گا اس شرط کے ساتھ کہ باپ اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرنے یا اپنی اولاد کا نقصان کرنے کا عادی نہ ہو، لہٰذا بلوغت کے بعد صغیرہ کو خیار کا حق حاصل نہیں ہوگا۔

أو زوجها بغير كفوء إن كان الولى أباً أو جداً لم يعرف منهما سوء الاختيار أى لزم النكاح .(شامی :٤/ ١٧١)

مسئلہ(۲): باپ نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے مکاتب سے کردیا پھر باپ کا انتقال ہوگیا تو یہ نکاح فاسد نہیں ہوگا البتہ مکاتب بدل کتابت ادا کرنے سے عاجز آجائے تو نکاح فاسد ہوجائے گا۔

و لو زوج بنته مكاتبه ثم مات لايفسد النكاح لأنها لم تملك المكاتب بموت أبيها إلا إذا عجز فرد فى الرق فحينئذ يفسد للتنافى

(ردالمحتار:٤/ ٣٢٧)

طریقۂ استئذان:

مسئلہ: باکرہ بالغہ کا باپ خود لڑکی کو اطلاع کردے کہ میں فلاں لڑکے سے اتنے مہر کے عوض تیرا نکاح کرتا ہوں پھر اتنی دیر ٹھہر جائے کہ اگر لڑکی ہاں، نہیں کا کوئی جواب دینا چاہے تو دے سکے اس پر اصرار نہ کرے کہ جواب دے بل کہ اس کی خاموشی بھی کافی ہے۔

فإن استأذنها هو أى الولى وهو السنة أو وكيله أو رسوله أو زوجها وليها وأخبرها رسوله أوفضولى عدل فسكتت عن رده مختارة أوضحكت غيرمستهزئة أوتبسمت أو بكت بلا صوت فهو إذن .
قال الشامی ؒ: وهوالسنة بأن يقول لها قبل النكاح فلان يخطبك أو يذكرك فسكتت .(ردالمحتار : ١٥٩/٤)

مسئلہ: البتہ ثیبہ بالغہ کا قولا یا عملا رضامندی کا اظہار کرنا ضروری ہے۔

بل لابد من القول كالثيب البالغة أوماهو فى معنه من فعل يدل على الرضا كطلب مهرها و نفقتها وتمكينها من الوطء ودخوله بها برضاها و قبو ل التهنئة.(ردالمحتار: ١٦٣/٤)

مسئلہ: بالغ لڑکے کا سکوت کافی نہیں، اس پر زبان سے رضامندی سے اظہار کرنا ضروری ہے۔

بخلاف الابن الكبير ، فلايكون سكوته رضا حتى يرضى بالكلام. (ردالمحتار : ١٦٠/٤)

حرمت مصاہرت

مسئلہ(۱): باپ نے اگر اپنی بیٹی کی شرم گاہ کو شہوت کے ساتھ دیکھ لیا تو ہمیشہ کے لئے اس کی بیوی (لڑکی کی ماں) اس کے لئے حرام ہو جائے گی اسی طرح اگر باپ نے اپنی لڑکی کو بغیر کسی حائل کے شہوت کے ساتھ چھو لیا تب بھی حرمت ثابت ہو جائے گی؛ البتہ شرط یہ ہے کہ لڑکی مشتہاۃ ہو اور لڑکی کی مشتہاۃ ہونے کی عمر نو سال ہے۔

وفی الخانية إن النظر إلی فرج ابنته بشهوة يوجب حرمة امرأته و كذالو لو فزعت فدخلت فراش أبيها عريانة فانتشر لها أبوها تحرم عليه أمها. قال الشامیؒ: فدخلت فراش أبيها كنى به عن المس.

ولذا قال فی المعراج بنت خمس لا تكون مشتهاة إتفاقا و بنت تسع فصاعدا مشتهاة اتفاقا و فيما دون الخمس و تسع اختلاف الرواية و المشائخ و الأصح أنها لا تثبت الحرمة. (رد المحتار: ٤/ ١١٤)

مسئلہ (۲): کسی شخص نے اپنی حقیقی بیٹی کو بغیر حائل کے شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا اور انزال نہ ہوا یا پھر اس سے زنا کیا، تو اس لڑکی کی حقیقی ماں تو اس پر حرام ہو جائے گی البتہ سوتیلی ماں حرام نہ ہوگی۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۲/ ۴۰۰)

مسئلہ (۳): کسی شخص نے اپنی سوتیلی ماں کو بغیر حائل کے شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا اور انزال نہ ہوا یا اس سے زنا کیا تو وہ اس شخص کے والد پر ہمیشہ کے لئے حرام ہو جائے گی۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۲/ ۴۰۰)

مسئلہ (۴): زنا کی وجہ سے مرد اور عورت دونوں کے اصول و فروع ایک دوسرے پر حرام ہو جائیں گے یعنی وہ ان سے نکاح نہیں کر سکتے۔ اسی طرح جس نے کسی کو شہوت کے ساتھ ہاتھ لگایا یا اس کو کسی نے شہوت سے ہاتھ لگایا ہو یا کسی عورت نے کسی مرد کی شرم گاہ شہوت سے دیکھ لی یا کسی مرد نے کسی عورت کی شرم گاہ شہوت کے ساتھ دیکھ لی ہو تو ہر صورت میں مرد و عورت کے اصول و فروع ایک دوسرے پر حرام ہو جائیں گے۔ یہ حکم اس وقت ہے جب انزال نہ ہو۔ اگر انزال ہو جائے تو حرمت ثابت نہیں ہوگی۔

وحرم أيضا بصهرية أصل مزنيته أراد بالزنا الوطء الحرام وأصل ممسوسته بشهوة بحائل لايمنع الحرارة وأصل ماسته وناظرة إلى ذكره والمنظور إلى فرجها الداخل فروعهن ....هذا إذا لم ينزل فلو أنزل مع مس أو نظر فلا حرمة به يفتى. (ردالمحتار:٤/١٠٧تا١١١)

مسئلہ (۵): اگر عورت کی شرم گاہ کو آئینہ یا پانی میں سے دیکھا تو حرمت ثابت نہیں ہوگی؛ البتہ اگر کانچ سے دیکھتا ہے تو حرمت ثابت ہوجائے گی۔

لاتحرم المنظور إلى فرجها الداخل إذا رآه من مرآة أوماء لأن المرئى مثاله بالانعكاس لا هو .ردالمحتار:٤/١٠٩)

وتحرم لو نطره من زجاج .(ردالمحتار:٤/١٠٨)

وکالت کے مسائل

مسئلہ (۱): باپ نکاح میں طرفین سے ولی بن کر نکاح کراسکتا ہے، جیسے وہ یوں کہے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح اپنے بھتیجے سے کردیا تو اس صورت میں اگر بھتیجے کا ولی یا وکیل بھی یہی ہو تو نکاح درست ہوجائے گا۔

ويتولى طرفي النكاح واحد بإيجاب يقوم مقام القبول في خمس صور: كأن كان وليا أو وكيلا من الجانبين .

قال الشامی ؒ: كزوجت ابنی بنت أخی .(ردالمحتار:٤/٢٢٤)

مسئلہ (۲): وکیل بالنکاح اگر لڑکی کے باپ کے نام میں غلطی کردے یا لڑکی کے نام میں غلطی کردے حال یہ کہ مجلس عقد میں لڑکی موجود نہ ہو تو یہ نکاح درست

نہیں ہوگا۔

غلط وکیلها بالنکاح فی اسم أبیها بغیر حضورها لم یصح للجهالة وکذا لو غلط فی اسم ابنته إلا إذا کانت حاضرة وأشار إلیها .

قال الشامیؒ: والظاهر أنه فی مسئلتنا لایصح عند الکل لأن ذکر الإسم وحده لایصرفها عن المراد إلی غیره بخلاف ذکر الإسم منسوبا إلی أب آخر فإن فاطمة بنت أحمد لاتصدق علی فاطمة بنت محمد تامل وکذا یقال فیما لوغلط فی اسمها .(ردالمحتار: ۹٦/٤)

مسئلہ(۳): ایک شخص نے نکاح کے ارادہ سے کچھ لوگوں کو بھیجا تو لڑکی کے باپ نے ان لوگوں کی موجودگی میں نکاح کر دیا تو یہ نکاح درست سمجھا جائے گا،ان میں جو بات کر رہا ہے اسے خاطب (وکیل بالنکاح) سمجھا جائے گا اور باقی گواہ ہو جائیں گے۔

ولو بعث مریدُ النکاح أقواما للخطبة فزوجها الأب أو الولی بمحضرتهم صح فیجعل المتکلم فقط خاطبا والباقی شهودا به یفتی فتح .   (ردالمحتار: ۹۷/٤)

مسئلہ(۴): کسی شخص نے لڑکی کے والد سے یوں کہا کہ آپ نے اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کرادیا؟ تو والد نے یوں کہا کہ میں نے نکاح کرادیا یا پھر ہاں کہا تو جب تک خاطب یوں نہ کہے کہ میں نے قبول کیا تب تک نکاح درست نہ ہوگا، البتہ اگر وہ یوں کہے کہ تم اپنی لڑکی کا نکاح مجھ سے کردو اور باپ کہے کہ میں نے اپنی لڑکی کا نکاح تم سے کردیا تو اب قبول کرنے کی ضرورت نہیں نکاح درست

ہو جائے گا۔

ولـوقـال رجـل لآخر زوجتنی ابنتك فقال الآخر زوجت أو قال نـعـم مـجيبا له لم يكن نكاحا مالم يقل الموجب بعده قبلت بخلاف زوجنی لانه توكيل (ردالمحتار: ٩٦/٤)

فضولی کے مسائل

مسئلہ(۱): کسی شخص نے لڑکی سے یا اس کے والد یا ولی سے اجازت لئے بغیر نکاح کر دیا اور پھر اس کی موت ہوگئی تو لڑکی اگر صغیرہ ہو اور باپ اجازت دے دے تو یہ نکاح درست ہو جائے گا اور اگر لڑکی بالغہ ہو تو اس کی اجازت پر نکاح موقوف ہوگا۔

ولـوأجـاز مـن لـه الإجـازة نـكـاح الـفضولی بعد موتـه صح. (ردالمحتار: ٢٢٩/٤)

مسئلہ(۲): ایک نابالغ بچی کے باپ نے اس کا نکاح ایسے بالغ لڑکے سے کیا جس باپ نے اس سے اجازت لئے بغیر نکاح کا پیغام بھیجا تھا اور وہ لڑکا اجازت دے اس سے پہلے صغیرہ کے والد کا انتقال ہوگیا تو نکاح باطل ہو جائے گا یعنی اب از سر نو ایجاب وقبول کرنا ہوگا۔

رجل زوج ابنته الصغيرة بابن كبير لرجل بغير أمره خاطب عنه أبوه ثم مات أبـو الـصـغيـرة قبل أن يجيز الإبن بطل النكاح لأن لأب الصغيرة أن يفسخ النكاح لأنه فی هذا النكاح قائم مقام الصغيرة (تقريرات الرافعی: ١٩٢/١)

مسئلہ(۳): ٹھیک اسی طرح کبیرہ کا نکاح اس کے باپ نے ایسے بالغ لڑکے سے کیا جس کے باپ نے اس سے اجازت لئے بغیر نکاح کا پیغام بھیجا تھا پھر کبیرہ کے باپ کا انتقال ہوگیا تو نکاح باطل نہیں ہوگا۔

لو كان مكان الصغيرة كبيرة فزوجها بغير إذنها وباقى المسئلة بحالها لا يبطل بموت الأب .(تقريرات الرافعى : ۱۹۲/۱)

الشهادة فى النكاح

مسئلہ(۱): باپ نے کسی کو حکم دیا کہ وہ اس کی نابالغ بچی کا نکاح کسی سے کرادے، اس شخص نے فقط ایک مرد یا فقط دو عورتوں کی موجودگی میں نکاح کروادیا حال یہ کہ باپ بھی اسی مجلس میں موجود تھا تو نکاح درست ہوجائے گا اور باپ کو مباشر سمجھا جائے گا اور نکاح کرانے والے کو گواہوں میں شمار کرلیا جائے گا۔

مسئلہ(۲): ٹھیک اسی طرح باپ نے اگر کسی کو اپنی بالغ لڑکی کے نکاح کا وکیل بنایا اور اس نے بھی ٹھیک ایسے ہی نکاح کروادیا تب بھی نکاح درست ہوجائے گا؛ البتہ شرط یہ ہے کہ باپ نے پہلے اجازت لے رکھی ہو ورنہ یہ نکاح لڑکی کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

مسئلہ (۳): اگر باپ مجلسِ عقد میں موجود نہ ہوتو دونوں نکاح نصاب شہادت مکمل نہ ہونے کے سبب درست نہ ہوں گے۔

أمر الأب رجلا أن يزوج صغيرته فزوجها عند رجل أو امرأتين و الحال أن الأب حاضر صح لأن الأب يجعل عاقدا حكما وإلا لا .

قال الشامیؒ: لأن الوكيل فى النكاح سفير ومعبر ينقل عبارة الموكل فإذاكان الموكل حاضرا كان مباشرا لأن العبارة تنتقل إليه و هو فى المجلس وليس المباشر سوى هذا، بخلاف ما إذا كان غائبا لان المباشر مأخوذ فى مفهومه الحضور فظهر أن إنزال الحاضر مباشرا جبرى فاندفع ما أورده فى النهاية من أنه تكلف غير محتاج إليه فإن الأب يصلح شاهدا فلاحاجة إلى اعتباره مباشرا إلافى مسئلة البنت البالغة . (ردالمحتار :٤/ ٩٤)

مسئلہ (۴): باپ اگر خود اپنی بالغ لڑکی کا نکاح ایک گواہ کی موجودگی میں کرائے تو یہ نکاح جائز ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ وہ لڑکی مجلس عقد میں موجود ہو۔ اس صورت میں لڑکی کو ہی مباشر قرار دے کر باپ کو گواہ سمجھا جائے گا اور اگر لڑکی موجود نہ ہو تو نکاح درست نہ ہوگا۔

لو زوج ابنته البالغة العاقلة بمحضر شاهد واحد جاز إن كانت ابنته حاضرة لأنها تجعل عاقدة وإلا لا .الأصل أن الآمر متى حضر جعل مباشرا . (ردالمحتار:٤/ ٩٥)

مسئلہ (۵): اور اگر لڑکی نابالغ ہو یا مجنونہ ہو اور باپ ایک گواہ کی موجودگی میں نکاح کرائے حال یہ کہ مجلس عقد میں یہ لڑکی موجود ہو تو نکاح درست نہ ہوگا۔

قال الشامیؒ: وقيد بالبالغة لأنها لو كانت صغيرة لايكون الولى شاهدا لأن العقد لايمكن نقله إليها وقيد بالعاقلة لأن المجنونة كالصغيرة "

(ردالمحتار: ٤/ ٩٥)

مسئلہ(٦):البتہ جب گواہی دینے کا موقع ہوتو باپ اور وکیل یوں کہیں گے کہ یہ اس کی منکوحہ ہے، یوں نہیں کہیں گے کہ میں نے ان کا نکاح کروایا تھا اس لئے کہ یہ اپنے فعل پر گواہی ہے جو معتبر نہیں۔

ثم إنما تقبل شهادة المامور إذا لم يذكر أنه عقده لئلا يشهد على فعل نفسه .

قال الشامیؒ: وينبغي أن يذكر العقد لاغير فيقول هذه منكوحته "

(ردالمحتار: ٩٥/٤)

مسئلہ(٧): کسی کی دو بیٹیاں ہوں؛ ایک بڑی، ایک چھوٹی؛ اس کا ارادہ بڑی بیٹی کے نکاح کا تھا لیکن اس نے غلطی سے چھوٹی بیٹی کا نام لے لیا تو نکاح چھوٹی بیٹی سے ہوجائے گا۔

و لو له بنتان أراد تزويج الكبرى فغلط فسماها باسم الصغرى صح للصغرى. (رد المحتار : ٩٧/٤)

مسئلہ(٨):لیکن اگر اس نے یوں کہا کہ میں اپنی بڑی بیٹی عائشہ کا نکاح کرتا ہوں حال یہ کہ اس کی عائشہ نام کی کوئی بڑی بیٹی نہیں تو کسی سے بھی نکاح نہ ہوگا۔

أما لو قال زوجتك بنتي الكبرى فاطمة ففي الولوالجية : يجب أن لا ينعقد العقد على إحداهما لأنه ليس له ابنة كبرى بهذا الاسم.

(رد المحتار : ٩٧/٤)

مسئلہ(٩):لڑکی کے باپ نے لڑکے کے باپ سے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا، لڑکے کے باپ نے کہا میں نے قبول کیا تو نکاح لڑکے کے باپ

کے ساتھ ہو جائے گا اس لئے ضروری ہے کہ وہ یوں کہے کہ میں نے اپنے لڑکے کے لئے قبول کیا۔

لو قال أبو الصغيرة لأبی الصغير زوجت ابنتی و لم يزد عليه فقال أبو الصغير قبلت يقع النكاح للأب هو الصحيح. و يجب أن يحتاط فيه فيقول قبلت لابنی.(رد المحتار :٩٧/٤)

مسئلہ(۱۰): کوئی شخص یوں کہے کہ تم اپنی بیٹی کا نکاح مجھ سے کردو اس شرط پر کہ اس کے تمام اختیارات آپ کو حاصل ہوں گے تو باپ ان اختیارات کا مالک نہیں ہوگا۔

قال زوجنی ابنتك على أن أمرها بيدك لم يكن له الأمر لانه تفويض قبل النكاح . (ردالمحتار: ٩٨/٤)

حضانت کا بیان

اولاد پر ولایت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) جس میں باپ کا حق ماں پر مقدم ہو جیسے ولایت مال اور ولایت نکاح۔

(۲) جس میں ماں کا حق باپ کے حق پر مقدم ہو جیسے ولایت حضانت ولایت رضاعت۔

باپ کے لئے استحقاق حضانت کی مدت

مسئلہ(۱): لڑکی جب تک بالغ نہ ہو تب تک حضانت و پرورش کا حق ماں کو ہوگا اور بالغ ہو جانے کے بعد حق حضانت باپ کو حاصل ہوگا۔

أما الجارية فهى أحق بها حتى تحيض.(بدائع الصنائع : ۴۵۹/۳)

مسئلہ(۲): لڑکا جب تک خود کھانے پینے اور استنجاء پر قادر نہ ہو تب تک پرورش کا حق ماں کو حاصل ہوگا اور قدرت کے بعد حق پرورش باپ کو حاصل ہوگا۔

فالأم والجدتان أحق بالغلام حتى يستغنى عنهن فيأكل وحده ويشرب وحده ويلبس وحده كذا ذكر فى ظاهرالرواية وذكر أبوداؤد بن رشيد عن محمد ويتوضأ وحده يريد به الاستنجاء أى ويستنجى وحده "(بدائع الصنانع :۴۵۹/۳)

حضانت کی اجرت کس پر ہوگی :

مسئلہ: رضاعت کی اجرت، حضانت کی اجرت اور نفقہ باپ کے ذمہ ہیں۔

فعلى هذا يجب على الأب ثلاثة : أجرة الرضاع ،أجرة الحضانة ، ونفقة الولد . (ردالمحتار : ۲۶۵/۵)

رضاعت کا بیان

مسئلہ(۱): آقا کو حق ہے کہ اس کی باندی سے دودھ پینے والے اپنے بیٹے کا دودھ دوسال قبل ہی چھوڑ وادے، چاہے یہ بیٹا اسی مرضعہ باندی کے بطن سے ہو یا کسی اور کے بطن سے۔

وللأب إجبار أمته على فطام ولدها منه قبل الحولين إذا لم يضره أى الولد .قال الشامیؒ:لأنها لاحق لها فى التربية فى حال رقمها بل الحق له لأنها ملكه وكذا الحكم فى ولدها من غيره لأنه ملك له

(ردالمحتار: ۳۹۸/٤)

مسئلہ (۲): ٹھیک اسی طرح آقا کو حق ہے کہ اپنے بچہ کو دودھ پلانے پر اپنی باندی کو مجبور کرے، چاہے وہ بچہ اسی سے ہو یا کسی اور سے ہو۔

کما له إجبارها أی أمته علی الإرضاع .

قال الشامیؒ: الإطلاق شامل لولده منها أو من غیرها ولولد أجنبی بأجرة أو بدونها لأن له استخدامها بما أراد. (ردالمحتار: ۳۹۸/٤)

مسئلہ (۳): رضاعت سے مرضعہ عورت بچہ کی ماں اور اس کا شوہر بچہ کا باپ بن جائے گا اس شرط کے ساتھ کہ مرضعہ کے دودھ کے آنے کا سبب یہ شخص بنا ہو۔

أمومية المرضعة للرضيع ويثبت أبوة زوج مرضعة إذا كان لبنها منه له وإلا لا. (ردالمحتار: ٤٠٢/٤)

ملاقات وزیارت کا حق

مسئلہ: اولاد اگر ماں کی پرورش میں ہو تو اپنی اولاد کو دیکھنے اور ملنے سے باپ کو نہیں روکا جائے گا۔

الولد متی کان عند أحد الأبوین لا یمنع الآخر من النظر الیه وعن تعهده . (ردالمحتار: ۲۷٥/٥)

نفقہ کا بیان

مسئلہ: بچہ اگر مالدار ہو تو اس پر اسی کے مال میں سے خرچ کیا جائے گا باپ

کے ذمہ اس کا نفقہ واجب نہیں ہوگا۔

نفقة الصبی تکون فی ماله إذا کان غنیاً.(أحکام الصغار : ٨١)

انفاق کے مقصد سے صغیر کے مال میں باپ کا تصرف

مسئلہ: بچہ کی اگر ذاتی املاک ہواور اس پر خرچ کرنے کے لئے اسے بیچنے کی ضرورت درپیش ہوتو باپ اسے فروخت کرسکتا ہے۔

فإن کان للصغیر عقار أو أردیة أو ثیاب واحتیج إلی ذلك للنفقة کان للأب أن یبیع ذلك کله وینفق علیه .(أحکام الصغار: ٨١)

باپ پر بچہ کا نفقہ واجب ہونے کی صورت

مسئلہ: بچہ اگر تنگ دست ہواور اس کی کوئی ذاتی املاک نہ ہوتو اس صورت میں باپ پر بچہ کا نفقہ واجب ہوگا۔

وأما إذا لم یکن للصبی مال فالنفقة علی والده لایشارکه احدفی ذلك. (أحکام الصغار : ٨٢)

فعلی هذا یجب علی الأب ثلاثة :أجرة الحضانة ،أجرة الرضاع و نفقة الولد . (ردالمحتار :٥/٢٦٠)

بچہ کا مال ہومگر فی الحال موجود نہ ہو:

مسئلہ: بچہ کے پاس مال تو ہومگر فی الحال موجود نہ ہوتو باپ کو حکم دیا جائے گا کہ وہ اس پر خرچ کرے اور جب اس کے پاس مال آجائے تو وہ اس سے وصول کرلے اس شرط کے ساتھ کہ وہ اپنے اس خرچ کرنے پر گواہ بنالے۔

فإن كان مال الصبی غائبايومر الأب أن ينفق عليه من ماله على أن يرجع فی مال الولد إذا حضر ماله ولكن إذا أشهدعلى ذلك فله أن يرجع .(أحكام الصغار :۸۲)

باپ کی تنگ دستی میں اولاد کا نفقہ

مسئلہ: اگر باپ تنگ دست ہولیکن کمانے پر قادر ہواور اولاد کے پاس کوئی مال نہ ہوتو اس صورت میں بھی باپ پر اپنی اولاد کا نفقہ واجب ہوگا اسے حکم دیا جائے گا کہ وہ کمائے اور اپنی اولاد پر خرچ کرے۔

رجل له أولاد صغار لامال له ولامال للصغير أيضاهل تفرض النفقة على الأب فإن كان الأب قادرا على الكسب يفرض عليه فيكتسب و ينفق عليهم لأن نفقة أولاد الصغار لاتسقط بالعسرة(أحكام الصغار :۸۵)

عدم انفاق پر باپ کو قید

مسئلہ: اگر باپ خرچ کرنے سے انکار کرے تو اس کو قید کرلیا جائے گا اور اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ اپنی اولاد پر خرچ کرے۔

فإن أبی أن يكتسب وينفق عليهم يجبر على ذلك ويحبس بخلاف سائر الديون فإن الوالدين وإن علوا لايحبسون بديون الأولاد والفرق فی الذخيرة .(أحكام الصغار :۸۵)

باپ کی تنگ دستی میں اس کی بیوی پر نفقہ کا حکم

مسئلہ (۱): باپ اگر معسر ہوتو اس کی بیوی قاضی کے حکم کے مطابق دین

لے کر اولاد پر خرچ کرے گی اور یہ مال شوہر کے ذمہ دین ہوگا جب وہ مال دار ہو جائے تو بیوی اپنے شوہر سے اپنے دین کا مطالبہ کر لے۔

أن القاضی یفرض النفقة علی الأب و یأمر المرأة بالاستدانة علی الزوج سواء التمست المرأة ذلك من القاضی أولم تلتمس فإذا أیسر و قدرعلیه طالبته المرأة بمااستدانت .(أحکام الصغار : ۸۵)

مسئلہ(۲): اگر باپ موجود نہ ہو تو قاضی اس کی بیوی کو حکم دے گا کہ وہ قرض لے کر اولاد پر خرچ کرے اور جب شوہر لوٹ آئے اور مال دار ہو جائے تو بیوی اس سے اپنے دین کا مطالبہ کر لے۔

و کذلك إن فرض القاضی النفقة علی الأب فغاب الأب و ترکهم بلا نفقة فاستدانت بأمر القاضی و أنفقت علیهم فإنها ترجع علی الأب بذلك لأن الإنفاق علی الصغیر بأمر القاضی کالإنفاق علیه بأمر الأب ......فإذا أیسر رجعت علیه بالمقدار الذی أمر ها القاضی بالاستدانة لما قلنا . (أحکام الصغار : ۸٦)

عورت کے استقراض کے بعد شوہر کا انتقال ہو جائے

مسئلہ: قاضی کے حکم سے اگر زوجہ نے دین لے کر اولاد پر خرچ کیا ہو پھر شوہر مر جائے تو زوجہ اس کے ترکہ میں سے دین کے بقدر وصول کر لے گی۔

فإن کان القاضی بعد ما فرض نفقة الأولاد أمرها بالاستدانة فاستدانت حتی ثبت لها حق الرجوع علی الأب فمات الأب قبل أن یؤدی إلیها هذه النفقة ذکر فی الأصل أن لها ذلك و الصحیح ماذکر

فی الأصل .(أحکام الصغار : ٨٦)

باپ کا اپنی مذکر نابالغ اولاد سے نوکری کروانا

مسئلہ: باپ کا اپنی نابالغ نرینہ اولاد کو جو کمانے پر قادر ہو نوکری پر رکھنا یا کسی اور کے پاس نوکری پر رکھوانا تاکہ وہ ان پر اس مال میں سے خرچ کرے تو یہ جائز ہے۔

وأما الذکور من الأولاد إذا بلغوا حد الکسب ولم یبلغوا فی أنفسهم فأراد الأب أن یسلمهم فی عمل لیکتسبوا وینفق علیهم من ذلك فله ذلك وکذلك لو أراد الأب أن یؤاجره فی عمل أو خدمة فله ذلك .

(أحکام الصغار:٨٧)

باپ کا اپنی مؤنث نابالغ اولاد سے نوکری کروانا

مسئلہ: باپ کو اپنی نابالغ بیٹیوں کو نوکری کروانے کا حق نہیں ہے۔

أما إذا کان الولد من الإناث فلیس للأب أن یؤاجره فی عمل أو خدمة لأن المستأجر یخلوا بها وذلك منهی عنه فی الشرع .

(أحکام الصغار :٨٧)

نابالغ مذکر اولاد کی کمائی کس پر خرچ کی جائے گی ؟

مسئلہ: نرینہ اولاد کو نوکری پر رکھوانے کے بعد جو مال حاصل ہو اس میں سے باپ ان پر خرچ کرے اور جو بچ جائے اسے محفوظ کرلے اور بلوغت کے بعد انہیں سپرد کردے۔

ثـم فـی الـذکـور إذا سـلـمهـم فـی عمل و اکتسبوا أموالا یأخذ الأب کسبهـم وینفق علیهم وما فضل یحفظ ذلك علیهم إلی وقت بلوغهم کسائر املاکهم. (أحکام الصغار :۸۷)

نابالغ بچہ کے مال میں باپ کے نفقہ کا وجوب

مسئلہ: باپ اگر تنگ دست ہو اور اس کے نابالغ بچے کے پاس مال ہو تو باپ کا نفقہ اس پر واجب ہوگا۔

صبی ورث مـن أمه مالا وله أب معسر محتاج فنفقة الأب علی الولد الصغیر .(أحکام الصغار : ۹٤)

نفقہ کے وجوب اور عدم وجوب کی شرائط

مسئلہ: باپ پر اولاد کا نفقہ مندرجہ ذیل شرائط کے ساتھ واجب ہوگا:

(۱) باپ مال دار ہو یا تنگ دست ہو مگر قادر علی الکسب ہو جیسے ماسبق میں گذرا لیکن وہ کمانے سے عاجز ہو تو اس صورت میں باپ پر نفقہ واجب نہ ہوگا۔

إن کـان الـمنفق الأب فلایشترط یساره لوجوب النفقة علیه بل قدرته عـلـی الـکسـب کافیه حتی تجب علیه النفقة لأولاده الصغار والکبار الذکور الزمنی الفقراء والإناث الفقیرات وإن کن صحیحات

وإن کـان مـعسـرا بـعد أن کان قادراعلی الکسب لأن الإنفاق عـلیهـم عـنـد حـاجتهـم وعـجزهم عن الکسب إحیاؤهم وإحیاؤهم إحیـاء نفسه لقیام الجزئیة والعصبیة وإحیاء نفسه واجب ولو کان لهم

جـد مـوسـر لـم يـفـرض النفقة على الجد ولكن يومر الجد بالإنفاق عـليهـم عـنـد حـاجتهـم ثم يرجع به على ابنه لأن النفقة لاتجب على الـجـد مـع وجود الأب إذا كان الأب قادرا على الكسب ألا ترى أنه لاتجب عليه نفقة ابنه ونفقة أولاده أولى .

وإن لـم يـكـن الأب قـادراً على الكسب بأن كان زمناً قضى بنفقتهم على الجد لأن عليه نفقة أبيهم فكذانفقتهم. (بدائع الصنائع : ٤٤٨/٣)

(۲) اولا دتنگ دست ہو، اگر وہ مال دار ہوتو اس صورت میں باپ پر نفقہ واجب نہیں ہوگا۔

أحدها :إعساره فلا تجب لموثرعلى غيره نفقة فى قرابة الولاد وغيرها مـن الـرحـم المحرم لأن وجوبها معلوم بحاجة المنفق عليه فلا تجب لـغيـر الـمـحتاج ولأنه إذاكان غنياً لايكون هو بإيجاب النفقة له على غيـره أولى من الإيجاب لغيره عليه فيقع التعارض فيمتنع الوجوب بل إذا كـان مستـغـنيا بماله كان إيجاب النفقة فى ماله أولى من إيجابها فى مال غيره .(بدائع الصنائع : ٤٤٦/٣)

(۳) اولا دکمانے سے عاجز ہو چکا ہے، صغر کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے، اس صورت میں باپ پر نفقہ واجب ہوگا۔

والثـانـى :عـجـزه عن الكسب بأن كان به زمانة أو قعد أو فلج أو غير ذلك مـن الـعـوارض التى تمنع الإنسان من الاكتساب (بدائع الصنائع ٤٤٦/٣:)

(۴) باپ اور اولاد دونوں آزاد ہوں، اس لئے کہ غلام کا نفقہ آقا کے ذمہ ہوتا ہے۔

یجب علی الإنسان نفقة عبده القن والمدبر وأم الولد.

(بدائع الصنائع :۴۵۴/۳)

(۵) اتحاد دین باپ پر وجوب نفقہ کے لئے شرط نہیں ہے، لہٰذا مذکورہ بالاشرائط کے ساتھ کافر باپ پر مسلم لڑکے کا نفقہ واجب ہوگا۔

فأما فی قرابة الولاد فاتحاد الدین فیها لیس بشرط فیجب علی المسلم نفقة آبائه وأمهاته من أهل الذمة ویجب علی الذمی نفقة أولاده الصغار الذین أعطی لهم حکم الإسلام بإسلام أمهم ونفقة أولاده الکبار المسلمین الذین هم من أهل استحقاق النفقة"

(بدائع الصنائع : ۴۴۹/۳)

(۶) اسی طرح اتحاد دارین بھی وجوب نفقہ کے لئے شرط نہیں ہے۔

الشرط الثانی : إتحاد الدار فی غیر قرابة الولادة من الرحم المحرم .... وهذالیس بشرط فی قرابة الولاد . (بدائع الصنائع :۴۴۹/۳)

(۷) اسی طرح باپ پر وجوب نفقہ کے لئے قضاء قاضی بھی شرط نہیں۔

ولایشترط ذلك فی نفقة الولاد حتی تجب من غیر قضاء کما تجب نفقة الزوجات .(بدائع الصنائع :۴۵۰/۳)

بیٹے پر باپ کے نفقہ کے وجوب کی شرائط

مسئلہ(۱): لڑکے پر بھی اپنے تنگ دست باپ کا نفقہ واجب ہوگا، مذکورہ

بالاتمام شرائط کے ساتھ؛ البتہ بیٹے پر باپ کے نفقہ کے وجوب کے لئے باپ کا بالفعل فقیر ہونا معتبر ہے، چاہے وہ قدرت علی الکسب رکھتا ہو۔

وعلى الرجل أن ينفق على أبويه .

إذا كـان الأب قادرا على الكسب يجبر الإبن على نفقته بخلاف قول الـحـلـوانـى أنـه لايـجبـر إذا كان الأب كسوباً لأنه كان غنيا باعتبار الكسب فلاضرورة بإيجاب النفقة على الغير فإذا كان الأب قادرا على الـكسـب لاتـجب نفقته على الأب فلو كان كل منهما كسوباً يجب أن يـكتسب الإبن وينفق على الأب فالمعتبر فى إيجاب نفقة الوالدين الفقر .(فتح القدير :٤/٣٧٥)

مسئلہ(۲):اگر ایک سے زیادہ اولاد ہوتو اولاد پر مساوی طور پر باپ کا نفقہ واجب ہوگا،اس مسئلہ میں بیٹا بیٹی دونوں کا حکم یکساں ہے۔

ورأيـت فى شرح نفقات الخصاف إذا كان للمعسر ابن وبنت فالنفقة عـليهما نصفان لأن فى نفقة الآباء والأولاد يعتبرأصل القرابة ولا يعتبر الإرث وهما استويا فى أصل القرابة . (أحكام الصغار :٩٣)

مسئلہ(۳): مقدار نفقہ کی کوئی حد شریعت نے متعین نہیں کی ہے،اس لئے عرف کے اعتبار سے متوسط درجہ کا نان ونفقہ جس میں کھانے، پینے، پہننے اور رہائش کا خرچ باپ کے ذمہ ہوگا۔

ومـعـنـى قـولـه بـالمعروف الوسط وهو الواجب وبه تبين أنه لامعنى لـلتـقدير كما ذهب إليه الشافعي أنه على الموسر مدان وعلى المعسر

مد وعلى المتوسط مد ونصف مد لأن ماوجب كفاية لا يتقدر شرعا في نفسه .(فتح القدير : ٣٤٣/٤)

مسئلہ (۴): باپ کے ذمہ جو اولاد کا نفقہ ہے وہ مدت کے گذرنے سے ساقط ہوجائے گا یعنی ایک مہینہ یا اس زیادہ وقت گذر جائے۔ ہاں اگر قاضی نے استقراض کا حکم دیا ہو اور انہوں نے بالفعل قرض لیا ہوتو اس کے رجوع کا حق ہوگا۔

قضى بنفقة غير الزوجة زاد الزيلعي والصغير، ومضت مدة أى شهر فأكثر سقطت لحصول الاستغناء فيما مضى .

و فى الهداية ولو قضى القاضى للولد والوالدين وذوى الأرحام بالنفقة فمضت مدة سقطت لأن نفقة هؤلاء تجب كفاية للحاجة حتى لا تجب مع اليسار وقد حصلت بمضى المدة بخلاف نفقة الزوجة....وكذلك إن فرض القاضى على الأب فغاب الأب وتركهم بلا نفقة فاستدانت بأمر القاضى وأنفقت عليهم ترجع عليه بذلك وإن لم تستدن بعد الفرض وكانوا يأكلون من مسئلة الناس لم ترجع على الأب بشئ لأنهم إذا سئلوا وأعطوا صار ملكاً لهم فوقع الاستغناء عن نفقة الأب واستحقاق هذه النفقة باعتبار الحاجة

(ردالمحتار : ٣٧٠/٥)

حالتِ اضطرار میں ترجیح:

مسئلہ: باپ اور بیٹا دونوں سفر میں ہو، دونوں پیاس کی شدت میں ہو اور بیٹے کے پاس اتنا ہی پانی ہو جس سے صرف اسی کی جان بچ سکتی ہو تو بچہ کو یہ اختیار

ہے کے وہ خود پانی پی لے۔

و لو كانا فى سفر و عطشا و مع الابن ماء يكفى لنجاة احدهما كان للابن شربه و لو كان الأب يموت ۰ (رد المحتار : ٦/ ٢١٦)

اولاد کی املاک میں باپ کا تصرف:

مسئلہ(۱): بالغ اولاد کی موجودگی میں باپ ان کی منقول وغیر منقول اشیاء فروخت نہیں کرسکتا۔

أجمعوا على أنه ليس للأب ولاية بيع المنقول حال حضرة الإبن والأم كسائر الأقارب فى هذا. (أحكام الصغار:٩٨)

مسئلہ(۲): باپ اپنی نابالغ اولاد کی منقول وغیر منقول اشیاء، خود پر خرچ کرنے کے لئے فروخت کرسکتا ہے۔

وأجمعوا على أن للأب أن يبيع عقار الصغير ومنقوله فى نفقة نفسه. (أحكام الصغار :٩٨)

مسئلہ(۳): بالغ اولاد اگر موجود نہ ہو تو باپ اس کی منقول اشیاء خود پر خرچ کرنے کے لئے فروخت کرسکتا ہے لیکن غیر منقول اشیاء فروخت نہیں کرسکتا۔

وذكر فى الهداية : وإذا كان للابن الغائب مال قضى فيه بنفقة أبويه فلو باع أبوه متاعه فى نفقته جاز عند أبى حنيفة رحمه الله استحسانا وإن باع العقار لم يجز ... وإذا جاز بيع الأب فالثمن من جنس حقه وهو النفقة فله الاستيفاء منه كما لو باع العقار والمنقول على الصغير جاز لكمال الولاية ثم له أن يأخذ منه نفقته لأنه جنس حقه.(أحكام الصغار :٩٨)

بیٹے کی امانت میں تصرف:

مسئلہ(۱): والد کے قبضہ میں بطور امانت اپنے غائب لڑکے کا مال ہو اور وہ اس میں سے خرچ کرلے تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔

ولو كان للإبن الغائب مال فی يد أبويه وأنفقا منه لم يضمنا لأنهما استوفيا حقهما. (احكام الصغار: ۹۹)

مسئلہ(۲): اور اگر غائب اولاد کا مال کسی اجنبی کے قبضہ میں ہو اور بغیر قاضی کے فیصلہ کے اس کے والد پر خرچ کرے تو یہ شخص ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے کرے تو ضامن نہیں ہوگا۔

وإن كان ماله فی يد أجنبی فأنفق عليهما بغير إذن القاضی ضمن بخلاف ما إذا أمر القاضی لأنه ملزم. (أحكام الصغار: ۹۹)

نفقہ کے متفرق مسائل

مسئلہ(۱): بیوی نے شوہر سے اپنے بچہ کے نفقہ کے عوض پر خلع کیا اور نفقہ کی مدت بھی متعین کرلی تو یہ خلع درست ہوجائے گا، لیکن اگر مدت متعین نہ کی ہو اور بچہ فطیم (دوسال سے زیادہ کا ہو) تو یہ خلع درست نہیں ہوگا، البتہ اگر رضیع (دودھ پیتا) ہو تو پھر خلع درست ہوجائے گا اور ماں کے ذمہ دوسال تک بچہ کو دودھ پلانا ہوگا۔

شرط البرأة من نفقة الولد إن وقتا كسنة لزم وإلا لا. بحر، و فيه عن المنتقى وغيره لو كان الولد رضيعاً صح وإن لم يوقتا وترضعه حولين

بخلاف الفطام . (ردالمحتار:۱۰۹/۵)

مسئلہ(۲): بیوی نے شوہر سے بچہ کے نفقہ پر خلع کیا اور کچھ مدت بعد بچہ مر گیا تو شوہر بقیہ مدت کے نفقہ کا رجوع کرے گا۔

أو مات الولد رجع ببقية نفقة الولد .(ردالمحتار: ۱۱۰/۵)

مسئلہ(۳): بیوی نے بچہ کے نفقہ کے دینے کی شرط پر خلع تو کرلیا لیکن وہ تنگ دست ہے تب بھی اسے مجبور کیا جائے گا کہ وہ بچہ کا نفقہ ادا کرے۔

ولو خالعته على نفقة ولده شهرا وهى معسرة فطالبته بالنفقة يجبرعليها وعليه الاعتماد. (ردالمحتار:۱۱۰/۵)

مسئلہ(۴): اگر بیوی نے خلع کیا اپنے پاس بچہ کو بلوغت تک روکنے پر تو اگر بچی ہے تو درست ہو جائے گا اور اگر لڑکا ہے تو درست نہیں ہوگا۔

لواختلعت على أن تمسكه إلى البلوغ صح فى الأنثى لا الغلام.

(ردالمحتار:۱۱۲/۵)

کتاب الطلاق

چھوٹے بچے کی طرف سے باپ کا طلاق یا خلع

مسئلہ(۱): باپ کو اپنے بچہ کی طرف سے خلع کرنے اور اس کی بیوی کو طلاق دینے کا حق نہیں ہے اگر اس نے خلع کرلیا یا طلاق دے دی تب بھی طلاق واقع نہ ہوگی۔

وخلع الصبى وطلاقه باطل لأنه ليس له قصد معتبر

شرعاخصوصافیمایضره

وهـذا لـمـابينـا أن اعتبار القصد يبنى على الخطاب والخطاب يبـنـى على اعتدال الحال وكذلك فعل أبيه عليه فى الطلاق باطل لأن الـولاية تثبـت عـلى الصبى لمعنى النظرله ولتحقق الحاجة إليه وذلك لايتـحـقـق فـى الطلاق والعتاق.(المبسوط لشمس الدين السرخسى ۱۷۸/٦:)

مسئلہ(۲): باپ نے اگرصغیرہ کی جانب سے خلع کیا صغیرہ ہی کے مال کے عوض یا مہر کے عوض تو طلاق بائن واقع ہوجائے گی؛ البتہ مال دونوں میں سے کسی پر لازم نہیں ہوگا،لیکن باپ اگر اپنے مال سے خلع کرے تو باپ ضامن ہوگا۔

اگر صغیرہ نہ ہو کبیرہ ہو تو یہ خلع اس کی اجازت پر موقوف ہوگا،اگر وہ اجازت دے دے تو طلاق واقع ہوجائے گی اور کبیرہ پر مال لازم ہوگا لہٰذا شوہر مہر سے بَری ہوجائے گا۔

خـلـع الأب صـغيرته بمالها أو مهرها طلقت فى الأصح كما لو قبلت هى وهى مميزةولم يلزم المال لأنه تبرع .

قـال الشـامـیؒ: طلقت بائنا ..... ولـم يلزم المال أى لاعليها ولا على الأب . وأمـا إذا ضـمـنـه فـلا كـلام فـى لـزومـه عليـه .(ردالمحتـار ۱۱۱/٥:) وكذا الكبيرة إلا إذا قبـلت فيلزمها المال . قال الشامیؒ:ثم إن أجازت نفذ عليها وبرئ الزوج من المهر.(شامى ۲۱۱/٥:)

—————————————

کتاب الجهاد

مسئلہ(۱): نابالغ پر جہاد فرض نہیں۔

مسئلہ(۲): نفیر عام کے وقت نابالغ بچے اگر قتال کی صلاحیت رکھتے ہوں تو وہ بھی اپنے والدین کی اجازت کے بغیر نکل سکتے ہیں۔

و كذلك الغلمان اللذين لم يبلغوا إذا أطاقوا القتال فلا بأس بأن يخرجوا و يقاتلوا فى النفير العام و إن كره ذلك الآباء و الأمهات. (رد المحتار : ٢٠٥/٦)

جہاد کے لیے والدین کی اجازت کی ضرورت

مسئلہ(۲): بالغ لڑکے کے والدین یا ان میں سے کوئی ایک زندہ ہوں اور انہیں خدمت کی ضرورت ہو تو جہاد میں جانے کے لیے ان کی اجازت ضروری ہے۔ اگر ان کی اجازت کے بغیر گیا تو گنہگار ہوگا؛ اس لئے کہ ان کی خدمت فرض عین ہے، گرچہ ماں باپ کافر ہوں۔ چنانچہ کافر ماں باپ اپنی موت یا تکلیف کی وجہ سے منع کرے تو جہاد میں جانا درست نہیں۔ اور اگر کافر ماں یا باپ اپنے ہم مذہب لوگوں کی ہمدردی میں بیٹے کو قتال سے روکے تو اطاعت واجب نہیں اور جہاد میں جانا درست ہوگا۔

یہ حکم اس صورت میں ہے جب جہاد فرض کفایہ ہو؛ اگر جہاد فرض عین ہو جائے تو پھر اجازت کی ضرورت نہیں۔

لا يفرض على الصبى، و بالغ له أبوان أو أحدهما لأن طاعتهما

فرض عين ،وقال ﷺ للعباسؓ بن مرداس لما أراد الجهاد : الزم أمك فإن الجنة تحت رجل أمك. قال الشامیؒ : بالغ له أبوان مفاده أنهما لا يأثمان فى منعه و إلا لكان له الخروج حتى يبطل عنهما الإثم مع أنهما فى سعة فى منعه إذا كان يدخلهما من ذلك مشقة شديدة و شمل الكافرين أيضا أو أحدهما إذا كره خروجه مخافة و مشقة و إلا بل لكراهة قتال أهل دينه فلا يطيعه ما لم يخف عليه الضيعة إذ لو كان معسرا محتاجا إلى خدمته فرضت عليه و لو كافرا و ليس من الصواب ترك فرض عين ليتوصل إلى فرض كفاية ۰(رد المحتار:٢٠٢/٦)

هجم العدو فيخرج الكل و لو بلا إذن و يأثم الزوج و نحوه بالمنع ۰(رد المحتار : ٢٠٥/٦)

جہاد کے لیے اولاد کی اجازت کی ضرورت:

مسئلہ : باپ کو جہاد میں جانے کے لئے اولاد کی اجازت کی ضرورت نہیں، البتہ ان کا نفقہ اس پر واجب ہو یا ان کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر اجازت نہ ہوگی۔

أما غير هؤلاء كالزوجة و الأولاد و الأخوات و الأعمام فإنه يخرج بلا إذنهم إلا إذا كانت نفقتهم عليه واجبة و خاف عليهم الضيعة ۰(رد المحتار : ٢٠٢/٦)

مسئلہ: تمام وہ اسفار جس میں جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو، والدین کی

اجازت کے بغیر جائز نہیں اور اگر جان کا خطرہ نہ ہو تو بغیر اجازت بھی جا سکتا ہے۔

لا يحل سفر فيه خطر إلا باذنهما و ما لا خطر فيه يحل بلا إذن . قال الشاميؒ : فيه خطر كالجهاد و سفر البحر . (رد المحتار : ٢٠٣/٦)

جنگ میں مشرک باپ سے سامنا:

مسئلہ: جنگ کے موقع پر بیٹا باپ کو قتل کرنے میں پہل نہ کرے، بلکہ انتظار کرے کہ کوئی اور اسے قتل کر دے اور اگر کوئی نہ ہو اور وہ اسے قتل کر دے تو اس کا خون معاف ہے۔

و لا يحل للفرع أن يبدأ أصله المشرك بقتل و يمتنع الفرع ليقتله غيره فإن فقد قتله و لو قتله فهدر لعدم العاصم . (رد المحتار : ٢١٦/٦)

مسئلہ: اور اگر جنگ میں مشرک باپ حملہ آور ہو اور باپ کو قتل کیے بغیر چارہ نہ ہو تو تو بیٹا اسے قتل کر سکتا ہے۔

و لو قصد الأصل قتله و لم يمكن دفعه إلا بقتله قتله لجواز الدفع مطلقا . (رد المحتار : ٢١٦/٦)

کافر باپ توہین رسالت کرے تو:

مسئلہ: اگر اپنے مشرک باپ کو اللہ کی شان میں یا حضور کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے سنے تو اسے اجازت ہے کہ وہ اسے قتل کر دے۔

و ينبغي أنه لو سمع أباه المشرك يذكر الله تعالى أو رسول الله

ﷺ بسوء أن يكون له قتله . (رد المحتار : ٢١٦/٦)

باپ کی امان بیٹوں کے لیے:

مسئلہ: کسی مشرک نے اسلامی لشکر سے اپنی اور اپنی اولاد کے لئے امان طلب کی تو اس کی اولاد کی اولاد بھی اس امان میں داخل سمجھی جائے گی، البتہ اس کی لڑکی کی اولاد اس امان میں داخل شمار نہ ہوگی۔

و يدخل الأولاد و أولاد الأبناء لا أولاد البنات . قال الشاميؒ: أى لو قال أمنوني على أولادى دخل فيه أولاده لصلبه و أولادهم من قبل الذكور دون أولاد البنات . (رد المحتار : ٢٢١/٦)

دارالحرب میں باپ کے اسلام کا فائدہ بیٹوں کو

مسئلہ: لشکر اسلام کے غلبہ سے پہلے کوئی شخص دار الحرب میں اسلام لے آئے تو اس کی ذات، اس کے نابالغ بچے اور اس کی تمام منقولی املاک معصوم الدم ہو جائے گی اور اگر لشکرِ اسلام کے غلبہ کے بعد اسلام قبول کیا تو تو صرف اس کی ذات معصوم الدم سمجھی جائے گی۔

و من أسلم منهم قبل مسكه عصم نفسه و طفله و كل ما معه فإن كانوا أخذوا أحرز نفسه فقط . (رد المحتار : ٢٣٦/٦)

مستامن باپ کے لڑکے:

مسئلہ: اگر کوئی مستامن دارالاسلام میں اسلام قبول کرے اور پھر اسلامی لشکر اس کے شہر پر غلبہ کر لے تو اس کی تمام منقولی املاک اور بچے فیء شمار ہوں گے۔

لأن المستأمن إذا أسلم فى دار الإسلام ثم ظهرنا على داره فجميع ما خلفه فيها من الأولاد الصغار و المال فیء لأن التباين قاطع للعصمة و للتبعية . (رد المحتار : ٢٣٦/٦)

مسلم مہاجر باپ کے لڑکے

مسئلہ: کوئی شخص دار الحرب میں اسلام لانے کے بعد دار الاسلام کی طرف ہجرت کر لے اور پھر اسلامی لشکر کا وہاں غلبہ ہو جائے تو اس کے نا بالغ بچوں کے علاوہ تمام چیزیں فیء شمار ہو گی۔

كما لو أسلم ثم خرج إلينا ثم ظهرنا على داره فما له ثمة فیء سوى طفله للتبعية . (رد المحتار : ٢٣٦/٦)

مسئلہ: ان تمام صورتوں میں اس کی بالغ اولاد، اس کی بیوی اور بیوی کا حمل، اس کی غیر منقول املاک اور اسلامی لشکر سے مقابلہ کرنے والا اس کا غلام اور مقابلہ کرنے والی باندی اور اس کا حمل یہ سب فیء شمار ہوں گے۔

لا ولده الكبير و زوجته و حملها وعقاره وعبده المقاتل و أمته المقاتلة و حملها لأنه جزء الأم . (رد المحتار : ٢٣٦/٦)

كتاب الحدود و القصاص

مسائل قذف

مسئلہ(۱): باپ اگر بیٹے پر تہمت لگاتا ہے تو اس کی وجہ سے باپ پر حد جاری نہیں کی جائے گی یعنی باپ کو کوڑے نہیں لگائے جائیں گے۔

أن لایکون القاذف أب المقذوف.(بدائع الصنائع :۵/ ۵۰۰)

مسئلہ(۲):اگر کوئی شخص کسی کے فوت شدہ باپ پر تہمت لگائے یا فوت شدہ بیٹے پر تو بیٹے کو باپ کی حد کے مطالبہ کا اور باپ کو بیٹے کی حد کے مطالبہ کا حق ہوگا۔

ذهب الحنفية إلى أنه لایطالب بحد القذف للميت إلا من يقع القدح فی نسبه بقذفه وهو الوالد وإن علی والولد وإن سفل.

(الموسوعة الفقية :۲۲/ ۳۳)

مسئلہ(۳):باپ اگر بیٹے پر تہمت لگائے تو باپ کو تعزیراً حاکم سزا دے سکتا ہے اگر بیٹا مطالبہ کرے؛البتہ بہتر یہ کہ وہ مطالبہ نہ کرے۔

حد القذف لایقام علی القاذف إلا بشرائطه فإذا انعدم واحد منها أواختل فإن الجانی لایحد ویعزر عند طلب المقذوف لأنه أرتكب معصية لاحدفيها .(الموسوعة الفقهية :۱۲/ ۲۷۹)

وليس للولد أن يطالب بحد القذف إذاكان القاذف أباه وجده وإن علی .(الفتاوی الهندية:۲/ ۱۶۵)

مسئلہ(۴):اور اگر بیٹے نے تہمت لگائی تو اس پر حد جاری کی جائے گی۔

وإن قذف أباه أو أمه أو أخاه أو عمه فعليه الحد.

(الفتاوی الهندية :۲/ ۱۵۶)

مسئلہ(۵):کسی نے اقرار کیا کہ یہ میرا لڑکا ہے پھر انکار کر دیا تو وہ شخص لعان کرے گا البتہ پہلے لڑکے کا انکار کرتا ہے پھر اقرار کرتا ہے تو اس صورت میں اس پر حد جاری کی جائے گی۔

ولو أقر بولده ثم نفاه يلاعن وإن عكس حد للكذب.

(ردالمحتار:٩٥/٦)

مسئلہ(٦):اگر بیوی سے یوں کہے کہ نہ میرا بیٹا ہے اور نہ تیرا بیٹا ہے تو اس کی وجہ سے نہ حد جاری کی جائے گی اور نہ لعان کیا جائے گا۔

ولوقال ليس بابني ولابابنك فهدر لأنه أنكر الولادة.

قال الشامیؒ:لايتعلق به حد ولالعان "(ردالمحتار:٩٥/٦)

مسئلہ(٧):جس باپ نے کبھی اپنے بیٹے کی باندی سے وطی کی ہو تو پھر کبھی اس پر تہمت لگانے سے حد واجب نہیں ہوگی۔

أو بقذف رجل وطئ في غير ملكه بكل وجه كأمة ابنه.

(ردالمحتار: ٩٦/٦)

مسائل سرقہ

مسئلہ(١):باپ اگر بیٹے کے مال سے دس درہم کے بقدر کوئی چیز چرائے تو باپ کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لاقطع في سرقة الوالد من مال ولده وإن سفل لأن للسارق شبهة حق في مال المسروق منه فدرئ الحد .(الموسوعة الفقية :٢٩٩/١٤)

مسئلہ(٢):بیٹا اگر باپ کے مال میں سے چوری کرے تو اس کے بھی ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے۔

ذهب جمهورالفقهاء (الحنفيةوالشافعية والحنابلة) إلى أنه لاقطع في

سرقة الولد من مال أبيه لوجوب نفقة الولد فی مال والده ولأنه يرث ماله وله حق دخول بيته وهذه كلها شبهات تدرأ الحد عنه.(الموسوعة الفقهية:۱٤/۲۹۹)

مسئلہ(۳):باپ اگر اپنے نابالغ بیٹے کے مدیون کے پاس سے چوری کرے تو اس کے ہاتھ نہیں کاٹے جائیں گے،اس لئے کہ باپ کو اپنے نابالغ بیٹے کے دین پر قبضہ کرنے کا حق ہے۔

ولو سرق من غريم ابنه الصغير لا.قال الشامیؒ:لا أی لا يقطع لأن له ولاية أخذ دين ابنه الصغير. (ردالمحتار:٦/١٥٨)

مسئلہ(۴):لیکن اگر بیٹا باپ کے مدیون کے یہاں سے چوری کرتا ہے یا باپ بالغ بیٹے کے مدیون کے یہاں سے چوری کرتا ہے تو دونوں صورتوں میں ہاتھ کاٹے جائیں گے۔

بخلاف سرقته من غريم أبيه أو غريم ولده الكبير فإنه يقطع لأن حق الأخذ لغيره .(ردالمحتار:٦/١٥٨)

حدزنا

مسئلہ(۱):بیٹا اگر اپنے والد کی باندی کے ساتھ وطی کر لے تو اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی۔

ولأحد أيضا لشبهة الفعل وإن ظن حله كوطئ أمة أبويه (ردالمحتار:٦/٢٩)

مسئلہ(۲):کسی نے اپنے بیٹے کی باندی کے ساتھ وطی کی اور اس نے بچہ بھی

جَنا، باپ نے یہ دعوی کردیا کہ یہ بچہ میرا ہے حال یہ کہ باپ مکلّف تھا تو اس کا نسب اس لڑکے سے ثابت ہوجائے گا اور یہ باندی اس کی ام ولد ہوجائے گی؛ البتہ اس میں شرط یہ ہے کہ وطی کے وقت سے لے کر دعوی تک باندی بدستور بیٹے کی ملکیت میں باقی رہے۔ اگر وہ بیچ دے پھر دوبارہ خرید لے یا کسی عیب یا قضاء قاضی کی وجہ سے لوٹائی جائے، پھر اگر باپ دعوی کرے تو نسب ثابت نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس نے باپ کی فرع کو یعنی اپنے بھائی وغیرہ کو فروخت کی تھی تو اس کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں ہوگا دعوی صحیح ہوجائے گا اور باپ پر اس باندی کی وہ قیمت ہوگی جو وطی کے وقت تھی، اگرچہ باپ فقیر ہو۔

ومن وطی قنة ابنه فولدت فادعاه الأب وهو حر مسلم عاقل ثبت نسبه بشرط بقاء ملك ابنه من وقت الوطئ إلى الدعوة وبيعها لأخيه مثلا لا يضر وصارت أم ولده وعليه قيمتها ولو فقير .

قال الشامیؒ : قنة ابنه أی أو بنته .وقال : عليه قيمتها أی لولده يوم علقت كمافی مسكين .(ردالمحتار :٤/٣٤٠)

مسئلہ(۳): یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب وہ بچہ جنے۔ اگر بچہ ہی نہ ہو یعنی حمل نہ ٹھہرے تو باپ کے ذمہ عقر لازم ہوگا۔ وہ حرام کا مرتکب سمجھا جائے گا۔

عقر: یعنی اگر اتنی ہی خوبصورت کوئی عورت ہو تو اس کا جو مہر بنتا ہے وہ دیا جائے گا۔

فلو لم تلد لزم عقرها وارتكب محرماً .قال الشامیؒ : العقر هو مهر مثلها فی الحال أی مايرغب فيه مثلها جمالا فقط .(ردالمحتار:

(۳٤۱/٤)

مسئلہ(۴): باپ اگر بار بار وطی کرے اور حمل نہ ٹھہرے تب بھی ایک ہی مہر واجب ہوگا البتہ اگر باپ کی باندی سے بیٹا بار بار وطی کرے تو ہر وطی کے عوض مہر لازم ہوگی۔

وإذا تكرر منه الوطئ ولم تحبل لزمه مهر واحد بخلاف وطئ الابن جارية الأب مرارا فعليه بكل وطئ المهر.(ردالمحتار: ٣٤١/٤)

مسئلہ(۵): اگرلڑکے نے اپنے باپ کی باندی سے وطی کی اور اس سے حمل ٹھہر گیا اور لڑکے نے نسب کا دعوی کیا تو جب تک باپ تصدیق نہ کرلے نسب ثابت نہیں ہوگا ،تصدیق سے مراد یہ ہے کہ باپ اس بات کا اقرار کرلے کہ میں نے اس کا نکاح کرادیا تھایا پھراسے ہبہ کردی تھی۔

ولو وطئ جارية امرأته أو والده أو جده فولدت وادعاه لايثبت النسب إلابتصديق المولى .

فإن قال أحلها المولى لى لا يثبت النسب إلا أن يصدقه المولى فى الإحلال ، قلت : معنى أحلها المولى :بنكاح أو هبة مثلا.

(ردالمحتار:٣٤٥/٤)

مسئلہ(٦): باپ نے اگر دعوے کی تکذیب کی لیکن آئندہ کبھی وہ اس باندی کا مالک ہوتا ہے تو نسب ثابت ہوجائے گا۔

وإن كذبه المولى ثم ملك الجارية يوما من الدهر ثبت النسب كذا فى الخانية .(ردالمحتار: ٣٤٥/٤)

مسئلہ(۷): البتہ جو بچہ پیدا ہوا وہ آزاد سمجھا جائے گا۔

وفی القنية: وطئ جارية أبيه فولدت منه لايجوز بيع هذا الولد إدعى الواطئ الشبهة أو لا لأنه ولد ولده فيعتق عليه حين دخل فی ملكه إن لم يثبت النسب .(ردالمحتار: ٣٤٥/٤)

مسئلہ(۸): ماں باپ دونوں کافر ہوں، پھر کوئی ایک اسلام لے آئے تو دونوں کا جو بچہ ہوگا وہ بھی مسلمان شمار ہوگا اس شرط کے ساتھ کہ بچہ مجنون ہو یا نابالغ ہو۔

الولد يتبع خير الأبوين دينا .وقال الشامیؒ: وذكر قبله أيضا أن التبعية تنقطع ببلوغه عاقلاأ ی فلو بلغ مجنونا تبقى التبعية .

(ردالمحتار: ٣٧١،٣٧٠/٤)

قتل کے مسائل

مسئلہ(۱): باپ اگر اپنے بچہ کو عمداً قتل کردے تو قصاصاً باپ کو قتل نہیں کیا جائے گا البتہ باپ اس کے مال میں دیت واجب ہوگی۔

لو قتل الأب ولده لاقصاص عليه .... والأصل فيه ماروى عن النبی ﷺ أنه قال لايقاد الوالد بولده .(بدائع الصنائع :٢٧٤/٦)

لأن الأب لوانفرد تجب الدية فی ماله (ردالمحتار: ١٧٥/١٠)

مسئلہ(۲): بیٹا اگر باپ کو قتل کردے تو بیٹے کو باپ کے قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

ويقتل الولد بالوالد لعمومات القصاص من غير فصل.(بدائع :٢٧٥/٦)

مسئلہ(۳): باپ اپنے بچہ کو کسی ایسے شخص کے ساتھ شریک ہو کر قتل کرے کہ اگر وہ شخص تنہا اسے قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب ہوتا اس صورت میں نہ باپ پر قصاص واجب ہوگا اور نہ ہی اس اجنبی شخص پر بلکہ دونوں پر دیت واجب ہوگی انہی کے مال میں۔

ولو اشترك رجلان فى قتل إنسان أحدهما يجب عليه القصاص لو انفرد والآخر لايجب عليه القصاص كالأجنبى والأب أو الخاطئ و العامد أو أحدهما بالسيف والآخر بالعصا فإنه لايجب عليهما القصاص وتجب الدية ...فأما الأب والأجنبى إذا اشتركا تجب الدية فى مالهما لأن الأب لو انفرد تجب الدية فى ماله.(ردالمحتار: ۱۰/۱۷۵)

مسئلہ(۴): باپ اگر اپنے بچے کو قتل کرنے کا ارادہ کرے اور بچے کے پاس باپ کو قتل کرنے کے علاوہ اور کوئی راستہ نہ ہو تو اس باپ کو قتل کرنے کی اجازت ہو گی۔

لو كان الأب مسلما فانه إذا أراد قتل ابنه و لا يتمكن من التخلص منه الا بقتله كان له قتله لتعينه طريقا لدفع شره۰(رد المحتار : ۶/۲۱۶)

تعزیر کے مسائل

مسئلہ(۱): باپ اپنے نابالغ بچہ کو تعزیراً مار سکتا ہے، جیسے نماز وغیرہ کے چھوڑنے کی وجہ سے۔

والأب يعزر الابن عليه أى على ترك الصلاة .ومثلها الصوم كما صرحوا به .... وأن المراد بالابن الصغير بقرينة مابعده أماالكبير فكالأجنبى (ردالمحتار:۶/۱۳۰)

مسئلہ(۲): بالغ بیٹے کو مارنے کا حق باپ کو حاصل نہیں۔

و أن المراد بالابن الصغير بقرينة ما بعده أما الكبير فكالأجنبى ۰ (رد المحتار :٦/ ١٣٠)

مسئلہ(۳): البتہ بیٹے کو باپ کو تعزیراً مارنے کا حق نہیں ہے اگر والدین کی طرف سے کوئی خلاف شرع امر صادر ہو تو بیٹا انہیں ایک بار منع کرے گا اگر وہ مان لے تو ٹھیک ہے اور اگر والدین ناپسند کرے تو خاموش ہو جائے اور ان کے لئے دعاء واستغفار کرے۔

فى فصول العلامى إذا رأى منكرا من والديه يأمرهمامرة فإن قبلا فبهاوإن كرهاسكت عنهما واشتغل بالدعاء والاستغفارلهما فإن الله تعالى يكفيه ما أهمهما من أمرهما'.(ردالمحتار:٦/ ١٣٠)

کتاب الشھادت

مسئلہ(۱): باپ کی گواہی بیٹے کے حق میں اور بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں معتبر نہیں۔

ولاتقبل شهادة الوالد لولده ولاشهادة الولد لوالده.(فتح القدير :٧/ ٤٠٣)

مسئلہ(۲): باپ کی گواہی بیٹے کے خلاف اور بیٹے کی گواہی باپ کے خلاف قبول کی جائے گی۔

يَاَيّها الذِيْنَ اٰمَنُوْا كُونُوا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلّٰهِ وَلَوْعَلٰى اَنُفُسِكُمِ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ (سورة النساء اٰية :١٣٥)

شہادت علی الشہادت

مسئلہ(۱): باپ اپنے بیٹے کو اپنی گواہی پر گواہ بنا سکتا ہے مثلاً باپ یوں کہے کہ تو میری گواہی پر گواہ رہ کہ میں فلاں معاملہ کی گواہی دیتا ہوں۔

يقول الأصل مخاطباً للفرع ولو ابنه، بحر، إشهد على شهادتى أنى أشهد بكذا ويكفى سكوت الفرع .(ردالمحتار :۲۲٦/۸)

مسئلہ(۲): بیٹا اگر باپ کی تعدیل کرے تو یہ جائز ہے۔

ويكفى تعديل الفرع لأصله .(ردالمحتار : ۲۲۷/۸)

قضاء

مسئلہ(۱): باپ بیٹے کے حق میں اور بیٹا باپ کے حق میں فیصلہ نہیں کر سکتا تہمت کی وجہ سے۔

ولايجوز قضاؤه ممن لاتقبل شهادته له لأن مبنى القضاء على الشهادة ولايصح شاهدا لمن لاتقبل شهادته له فلايصح قاضياله لمكان التهمة .(الموسوعة الفقهية :۳۲٦/۳۳)

مسئلہ(۲): باپ بیٹے کے خلاف اور بیٹا باپ کے خلاف فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ نافذ ہوگا۔

ويجوز أن يقضى عليهم لأنه لوشهد عليهم لجاز فكذا القضاء .

(الموسوعة الفقهية :۳۲٦/۳۳)

مسئلہ(۳): بیٹے کے مقروض ہونے کی وجہ سے باپ کو قید نہیں کیا جائے گا

البتہ قاضی باپ کی منقولی وغیر منقولی اشیاء کو بیچ کر بچہ کا دین ادا کرے گا۔

لایحبس أصل وإن علی فی دین فرعه بل یقضی القاضی من عین ماله أو قیمته والصحیح عندهما بیع عقاره کمنقوله .(ردالمحتار :۷۴/۸)

مسئلہ(۴): قاضی کا یتیمہ کا نکاح اپنے بیٹے سے کرانا جائز نہیں۔

فلوزوج الیتیمة من نفسه أو ابنه لم یجز (ردالمحتار:۱۱۹/۸)

تحکیم

مسئلہ: جس طرح بیٹے کا فیصلہ باپ کے حق میں اور باپ کا فیصلہ بیٹے کے حق میں معتبر نہیں ٹھیک اسی طرح جب کسی کو کسی معاملہ میں فیصل وحکم بنایا جائے تب بھی بیٹا باپ کے حق میں اور باپ بیٹے کے حق میں فیصلہ نہیں کرسکتا البتہ دونوں اگر ایک دوسرے کے خلاف فیصلہ کرے تو یہ جائز ہے۔

ولایصح حکمه لأبویه وولده وزوجته کحکم القاضی بخلاف حکمهما أی القاضی والمحکم علیهم حیث یصح کالشهادة .

(ردالمحتار :۱۲۹/۸)

أیمان

مسئلہ: باپ اگر اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانے تو اس پر ایک بکری کو ذبح کرنا لازم ہوگا، البتہ اگر اولاد اپنے باپ کو ذبح کرنے کی نذر مانے تو یہ نذر لغو شمار ہوگی۔

نذر أن یذبح ولده فعلیه شاة ولغا لو کان بذبح نفسه أو بذبح أبیه أو جده.(ردالمحتار : ۵۲۲/۵)

اقرار المریض

مسئلہ: مرض الوفات میں اگر بیٹی یہ اقرار کرے کہ فلانی چیز میرے والد کی ہے یا پھر یوں کہے کہ میرے پاس بطور عاریت کے تھی تو اس کا یہ اقرار درست ہو جائے گا شوہر کی بات نہیں سنی جائے گی۔

بخلاف إقرار البنت فی مرضها بأن الشیئ الفلانی ملك أبی أو أمی لاحق لی فیه أو أنه کان عندی عاریة فإنه یصح ولاتسمع دعوی زوجها فیه کمابسطه فی الأشباه .(ردالمحتار :۳۸۳/۸)

المراجع والمصادر

١	الموسوعة الفقهية
٢	لسان العرب
٣	روح المعانی
٤	التفسير الكبير
٥	حاشية ابن عابدين
٦	عالمگیری
٧	امداد الفتاح
٨	فتح القدير
٩	تقريرات الرافعی
١٠	تبيين الحقائق
١١	البحر الرائق
١٢	هدايه
١٣	المجموع
١٤	بدائع الصنائع
١٥	كتاب النوازل
١٦	اہم مسائل جن میں ابتلاء عام ہے
١٧	التاتارخانية
١٨	طحطاوی علی مراقی الفلاح
١٩	مشکوۃ شریف

ترمذی شریف	۲۰
حاشیة الطحطاوی	۲۱
فتاوی دارالعلوم دیوبند	۲۲
احسن الفتاوی	۲۳
محمود الفتاوی	۲٤
فتاوی محمودیه	۲۵
فتاوی دار العلوم زکریا	۲٦
فتاوی حقانیه	۲۷
زیلعی	۲۸
مالابدمنه	۲۹
اعلاء السنن	۳۰
احکام الصغار	۳۱
منحة الخالق	۳۲
بذل المجهود	۳۳
باپ بیٹو کا مشترکه کاروبار	۳٤
مظاهر حق	۳۵
مرقاة المفاتیح	۳٦
خزینة الفقه	۳۷